ماہنامہ

مصباح

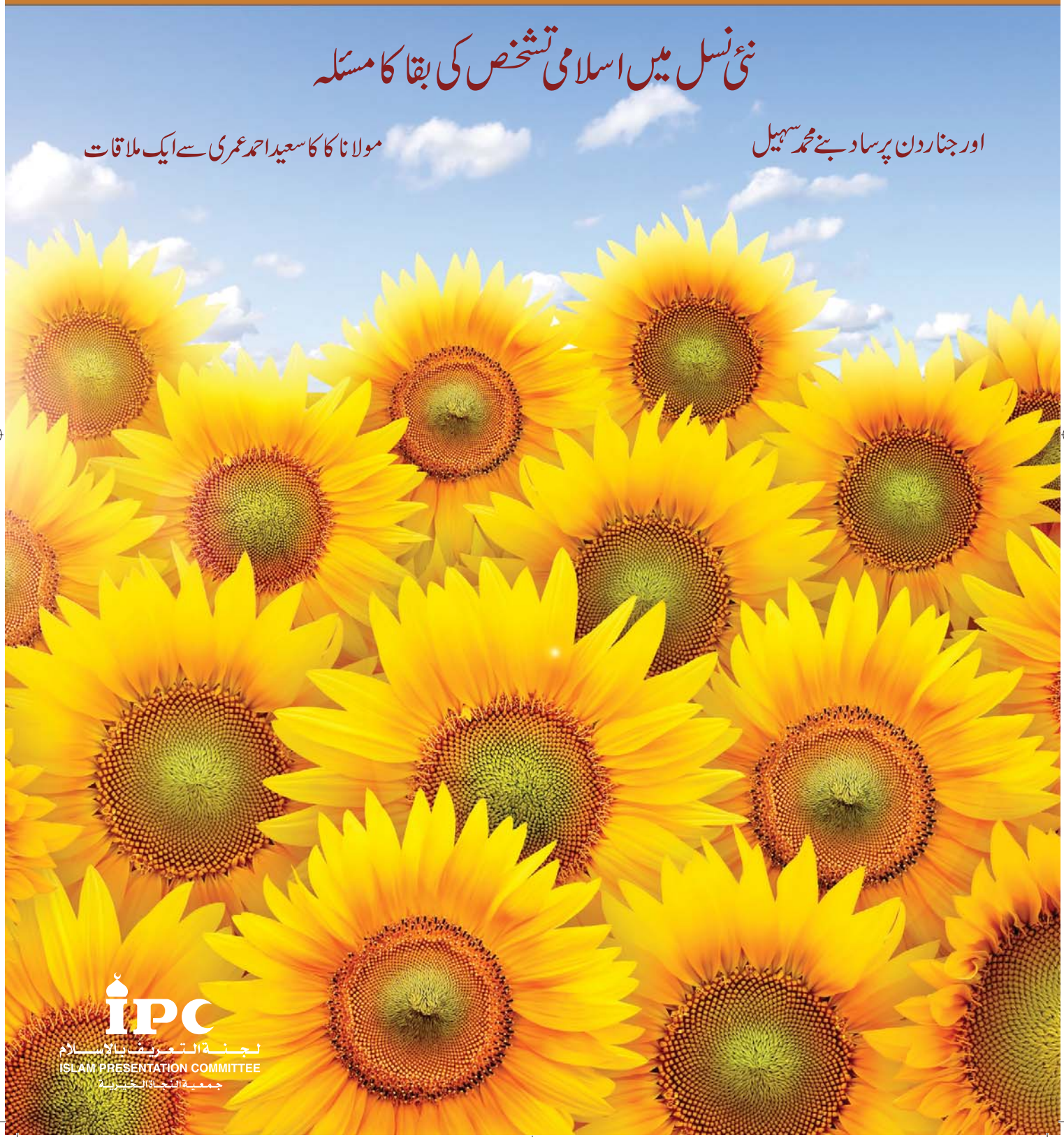
مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

شمارہ:28 مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

نئی نسل میں اسلامی تشخص کی بقا کا مسئلہ

اور جنار دن پرساد بنے محمد سہیل

مولانا کاکا سعید احمد عمری سے ایک ملاقات



IPC
لجنة التعريف بالإسلام
ISLAM PRESENTATION COMMITTEE
جمعية النجاة الخيرية

urdu.indd 1 3/24/11 1:26 PM

میٹھے بول میں جادو ہے

زندگی میں ایسے مواقع آتے ہیں جب ہمیں دوسروں کو سمجھانے بجھانے اور نصیحت کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جب ہم دوسروں کو سمجھاتے یا نصیحت کرتے ہیں تو دراصل ان کے دلوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ نصیحت کرتے وقت آپ اس بات کا خاص خیال رکھیے کہ آپ کا لہجہ تحکمانہ نہ ہونا چاہیے۔ آپ کا اسلوب مشاورانہ ہونا چاہیے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز تہجد کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا: ''عبداللہ! تم فلاں کی طرح نہ ہونا۔ وہ رات کو قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام ترک کر دیا''۔ (صحیح بخاری، حدیث:1152 صحیح مسلم، حدیث:1159)

دوسروں کو اُن کی غلطی کا احساس یوں دلائیں کہ انھیں محسوس بھی نہ ہو۔ عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی تو اُس نے **الحمدللہ** نہیں کہا۔ ابن مبارکؒ نے اُس سے پوچھا: ''جب کوئی آدمی چھینکے تو کیا کہے؟'' اُس نے کہا: ''**الحمدللہ**''۔ اس پر عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا: ''**یرحمک اللہ**''۔ رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد یکے بعد دیگرے تمام بیگمات کے ہاں تشریف لے جاتے۔ حال احوال دریافت کرتے، کوئی ضرورت ہوتی تو اُس کا بندوبست کرتے۔

ایک دن عصر کے بعد زینب بنت جحشؓ کے ہاں گئے۔ زینبؓ سے باتیں بھی کرتے رہے۔ اس وجہ سے ان کے ہاں ذرا دیر ہوگئی۔ حضرت عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو اس پر غیرت آئی۔ ان دونوں نے طے کیا کہ رسول اللہ ﷺ آئیں تو اُن سے کہنا ہے کہ آپ کے منہ سے مغافیر (کھانے کا گوند جس سے میٹھا شربت بنتا ہے لیکن ہلکی بو آتی ہے) کی بو آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ منہ یا بدن سے بو نہ آئے۔ آپ ﷺ حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ نے کیا کھایا ہے۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ زینب کے پاس سے شہد پیا ہے۔ حفصہؓ بولیں: ''مجھے آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے''۔ آپ ﷺ نے کہا: ''نہیں، میں نے شہد پیا ہے لیکن آیندہ کبھی نہیں پیوں گا''۔

(صحیح البخاری، الطلاق، حدیث:5267)

ان سے رخصت ہو کر آپ عائشہؓ کے ہاں گئے تو انھوں نے بھی وہی طے شدہ باتیں کہیں۔ چند دن گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے سارا معاملہ کھول کر آپ کو بتا دیا۔

ایک دن آپ نے حفصہؓ سے کوئی بات رازدارانہ کہی لیکن انھوں نے اُسے افشا کر دیا۔ آپ اُن کے ہاں گئے۔ وہاں شفا بنت عبداللہ بیٹھی تھی جنھوں نے طب سیکھ رکھی تھی اور لوگوں کا علاج کرتی تھیں۔ آپ نے حفصہؓ کو اُن کی غلطی باور کرانے کی خاطر شفاؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''جس طرح تم نے اسے لکھنا پڑھنا سکھایا اُسی طرح اسے چیونٹی کا منتر (رقیۃ النملۃ) کیوں نہیں سکھاتیں؟''۔ (سنن ابی داؤد، حدیث:3887)

چیونٹی کا منتر چند بول تھے جو عرب خواتین کہا کرتی تھیں۔ یہ کلام نہ نفع دے سکتا تھا نہ نقصان۔ اس کے بول یہ تھے: ''دلہن تیار ہو رہی ہے۔ مہندی لگا رہی ہے۔ آنکھوں میں سرمہ ڈال رہی ہے۔ تم ہر کام کرنا لیکن شوہر کی نافرمانی نہ کرنا''۔

ایک اور واقعہ سنیے۔ اسلاف کے کسی بزرگ سے ایک آدمی نے کتاب پڑھنے کے لیے لی۔ چند دن بعد اُس نے کتاب لوٹائی تو اُس پر سالن اور پھلوں وغیرہ کے نشان تھے۔ کتاب کا مالک خاموش رہا۔ کچھ عرصے بعد وہی آدمی پھر ایک کتاب لینے آ گیا۔ اُن بزرگ نے اُسے کتاب ایک پلیٹ میں رکھ کر پیش کی۔ ''مجھے صرف کتاب چاہیے۔'' اُس نے کہا: ''اس پلیٹ کی کیا ضرورت ہے؟'' اُنھوں نے جواب دیا: ''کتاب اس لیے کہ آپ اسے پڑھیں اور پلیٹ اس لیے کہ آپ اس میں کھانا سالن وغیرہ رکھ لیا کریں''۔

اُس آدمی نے کتاب لی اور چلا گیا۔ بات اُس تک پہنچ چکی تھی۔ نصیحت کا یہ طریقہ بہت مناسب ہے۔

مختصر بات: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ ''اچھی بات صدقہ ہے''۔ (صحیح البخاری:6023)

(زندگی سے لطف اٹھایئے۔ دکتور محمد عبدالرحمٰن العریفی صفحہ 381-384)

مجلة "المصباح" ملحق مجلة "البشرى" (باللغة الأردوية)

مصباح
ماہنامہ

شمارہ:28 مارچ ۲۰۱۱ء بمطابق ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

سرپرست اعلی
محمد اسماعیل الأنصاری

نگران عمومی
خالد عبداللہ السبیع

ایڈیٹر
صفات عالم محمد زبیر تیمی

معاون ایڈیٹر
اعجاز الدین عمری

مجلس ادارت
سید عبدالسلام عمری شیخ عبدالسلام عمری
محمد شاہ نواز محمدی شیخ حبیب الرحمن جامعی

رابطہ کا پتہ
IPC پوسٹ بکس نمبر: 1613 صفاۃ 13017 کویت
فاکس : 22400057
فون نمبر : 22444117 EXT. 104,160
ایمیل : safatalam12@yahoo.co.in
مصباح سائٹ: www.misbahmagazine.com

ناشر
لجنۃ التعریف بالاسلام (IPC) کویت

گرافک ڈیزائن
نادر بلال

مؤسسة زخرف للدعاية والإعلان
Zukhruf Advertising Agency
www.zukhruf.net
Tel. 99993072

اس شمارے میں

کالمز	مضامین	مضمون نگار	صفحہ
تجلیات	اسلام کے فروغ سے گھبراہٹ کیوں؟	صفات عالم محمد زبیر تیمی	2
صدائے عرش	درس قرآن	شیخ حافظ صلاح الدین یوسف	3
آئینۂ رسالت	درس حدیث	شیخ حافظ صلاح الدین یوسف	3
ہدایت کی کرنیں	اور جنار دن پر سادبے محمد سہیل	عبدالصبور عبدالنور الندوی	4
ایمانیات	محبت مطلوب تو ہے لیکن.....	طاہرہ بیگم سید کریم	5
تربیت وتزکیہ	نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت	سید عبدالسلام عمری	6
سنن وفضائل	مسواک کی فضیلت	چوہدری محمد اعظم	7
تربیت اولاد	نئی نسل میں اسلامی تشخص کی بقا کا مسئلہ	احتشام الحق سلفی	8
روبرو	مولانا کا کا سعید احمد عمری سے ایک ملاقات	محمد خالد اعظمی	10
رذائل اخلاق	اپریل فول اور امت مسلمہ	عبدالجلیل منشی	12
شکر نعمت	ناشکری کی سزا	حافظ شیخ کلیم اللہ عمری مدنی	13
شمع فروزاں	اسی باعث نہ قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے!	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	14
چراغ منزل	امام حرم فضیلۃ الشیخ خالد بن علی الغامدی	مبصر الرحمٰن القاسمی	16
فقہ وفتاوی	آپ کے مسائل اور ان کا حل	ادارہ	17
نکہتِ گل	اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے	اعجاز الدین عمری	18
خبر ونظر	عالمی خبریں	محمد خالد اعظمی	19
رودادِ چمن	IPC کے شب وروز	ادارہ	20
بزم ادب	شیطان کا اعتراف	طالب خوندمیری	21

"عام مسلمانوں سے اسلام کے بارے میں جب کچھ پوچھتا تو وہ لوگ مجھے دھتکار دیتے، کہتے: 'تم ہندو ہو، خاموش رہو'۔ میرے ساتھیوں نے میرے ساتھ بڑا برا سلوک کیا، ہندو سمجھ کر بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں نے مجھے بہت دکھ دیے، میرے پینے کے برتن میں گندے پانی کی آمیزش کر دیتے، میرے بستر پر کوڑا ڈال دیتے، حقارت بھری نگاہوں سے مجھے گھورتے، میں نے صبر کا گھونٹ پی کر اسلام کی حقانیت کے بارے میں تحقیق جاری رکھی۔"

(نومسلم: محمد سہیل)

ستقرأ في هذا العدد

☆كلمة العدد (لماذا يخافون من زيادة عدد المسلمين فى العالم ؟)☆ قبس من القرآن الكريم ☆ قبس من الآحاديث النبوية ☆ لماذا أسلمت؟ ☆.....أحب اليكم من الله ورسوله ☆من أساليب تربية النبى صلى الله عليه وسلم ☆ فضل السواك وأهميته ☆ تربية الأجيال الناشئة ☆ حوار مع الأمين العام لجامعة دار السلام بعمر آباد ـ الهند ☆كذبة أبريل والأمة المسلمة ☆ عاقبة كفران النعم ☆حكم شاتم الرسول ﷺ ☆نبذة عن حياة امام الحرم المكى الشيخ خالد بن على الغامدى حفظه الله☆الفتاوىٰ الشرعية ☆ فقد حان أوان الحصاد ☆ أخبار العالم الاسلامى ☆أنشطة اللجنة ☆ النادى الأدبى .

اسلام کے فروغ سے گھبراہٹ کیوں؟

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، اس کی تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اس ذات کا اتارا ہوا دین ہے جو خالقِ کائنات اور مالکِ ارض وسما ہے۔ جس طرح ایک کمپنی کوئی سامان تیار کرتی ہے تو اس کے استعمال کرنے کا طریقہ بھی بتاتی ہے بعینہ جب خالق کائنات نے اس کرۂ ارضی کو نوع بنوع مخلوقات سے سجایا پھر ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو سب سے پہلے اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ انسان کو اس نئی جگہ پر بسنے اور زندگی گزارنے کا طریقہ بتایا جائے چنانچہ اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے اللہ پاک نے ہر دور اور ہر علاقے میں انبیاء ورسل کو بھیجا جنہوں نے انسانوں کو مقصد تخلیق سے آگاہ کیا اور زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا البتہ ان کا پیغام ان کی قوم اور ان کے زمانے تک محدود تھا۔ جب ساتویں صدی عیسوی میں دنیا اپنی پوری جوانی پر پہنچ گئی تو اللہ پاک نے جہاں کے لیے وہ آخری پیغام بھیجا جو انسانیت کی رہبری کا ضامن اور مکمل نظام حیات پر مشتمل تھا، جس کا نعرہ تھا وحدتِ الٰہ اور وحدتِ آدم، یعنی ساری انسانیت کا خالق و مالک ایک ہے اور سارے انسان ایک ہی ماں باپ 'آدم وحوا' کی اولاد ہیں۔ یہ فطرت کی آواز تھی، اس لیے سعید روحوں نے اس پر لبیک کہا اور بلاتفریق رنگ ونسل ایک مقصد، ایک جذبہ اور ایک نصب العین پر اکٹھا ہوگئے اور ہوتے ہی گئے، پھر دیکھتے ہی دیکھتے مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک اسلام کا پھریرا لہرانے لگا۔ اسلام اپنی فطری صداقت کی بنیاد پر ساری دنیا میں پھیلا ہے اور آج تک پھیلتا ہی جارہا ہے۔

موجودہ حالات میں بھی جبکہ مسلمانوں کی اکثریت اسلامی تعلیمات سے بیگانہ ہوچکی ہے اور دعوت کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے دنیا میں اسلام کا فروغ بڑی تیزی سے ہورہا ہے، اس وقت دنیا کے تمام مذاہب میں لوگوں کی تعداد گھٹ رہی ہے اور اسلام کے ماننے والوں کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے عالمی میڈیا کی نیند حرام ہوچکی ہے، ان دنوں مغربی میڈیا میں عالمی سطح پر مسلمانوں کی شرحِ آبادی میں اضافہ باعث تشویش بنا ہوا ہے۔ فورم آن ریلیجن اینڈ پبلک لائف نامی ایک امریکی ادارہ نے عالمی سطح پر بین المذاہب شرح آبادی کا ایک سروے کیا ہے، پھر اس سروے کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ کے 20 سالوں میں بین المذاہب اضافہ کا تقابل کرتے ہوئے تخمینہ لگایا ہے، اس تخمینہ کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ 2030ء میں جب دنیا کی آبادی تقریباً 8 ارب 3 کروڑ سے تجاوز کرجائے گی اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی 2 ارب 20 کروڑ ہوگی۔ یعنی مسلمان اس وقت دنیا کی کل آبادی میں 26.4 تک پہنچ جائیں گے جبکہ اِس وقت عالمی سطح پر مسلمانوں کا تناسب 23.4 فیصد ہے۔

مغرب کی بے چینی کا اندازہ محض اس سروے سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ اسلام کے فروغ سے کتنا خوف زدہ ہے، کیونکہ ان کو معلوم ہے کہ اسلام آیا تو ان کی چودھراہٹ جاتی رہے گی اسلام کو فروغ ملا تو انہوں نے حکومت، تجارت، سرمایہ داری اور نام نہاد آزادی کی جو فلک بوس عمارتیں تعمیر کررکھی ہیں دھڑام سے گرجائیں گی۔

اس رپورٹ کے آنے کے بعد ہندوستان کی فرقہ پرست تنظیمیں جو اسلام دشمنی میں رات دن ایک کرتی ہیں کب پیچھے رہتیں، ہندو پاک کے مسلمانوں کے تئیں قیاس آرائیاں اور تخمینے کرنے لگیں ہیں اور بڑبڑانا شروع کردیا ہے کہ مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی آبادی پر بروقت روک لگانے کی ضرورت ہے، اس کے لیے ہندوؤں کو جگایا جارہا ہے اور یہ واویلا مچایا جارہا ہے کہ عالمی سطح پر تمام مذاہب کو تحفظ فراہم کرنا ہے تو مسلمانوں کی اس مذہبی سیاست پر لگام لگانا ہوگا اور اس کے لیے جنگ کی نوبت بھی آئے تو پیچھے نہیں ہٹنا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس جماعت کے ایسے ہی جذباتی بیانات ہوتے ہیں محض اسلام دشمنی کی خاطر اور ہندوستان کو ہندو راشٹر قرار دینے کے لیے۔ اسلام امن وشانتی کا دھرم ہے اور ہم مسلمان ہیں، اس لیے ہم جذباتی باتیں نہیں کرتے البتہ دعوت کی ذمہ داری یاد دلاتے ہوئے اس نکتے پر بحث کرنا چاہتے ہیں کہ آخر کیوں مسلمانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں کمی آتی جارہی ہے؟ اس سوال کا جواب ہندوستان کے معروف سِکھ صحافی، ادیب اور دانشور خشونت سنگھ نے ایک ماہ قبل اپنے ایک مضمون میں دے دیا ہے، انہوں نے خود سوال کیا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اسلام میں صداقت ہے۔ (روزنامہ ''منصف'' حیدرآباد)

جی ہاں! اسلام انسانی فطرت سے ہم آہنگ مذہب ہے، توحید کا داعی ہے، مساوات کا پیکر ہے، عدل وانصاف کا خوگر ہے، امن وعافیت کا سرچشمہ ہے، اخلاقیات کا جامع ہے اور معاملات میں یکتا ہے غرضیکہ اسلام محاسن اور خوبیوں کا حسین گلدستہ ہے۔ اسلام کی بدولت انسانیت نے علمی، صنعتی، سائنسی، تمدنی، سماجی اور معاشرتی ترقی کی ہے، یہی یورپ جو آج ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے اور کائنات کی تسخیر کا دعوی کررہا ہے کل تک عہد ظلمت میں ٹامک ٹوئیے مار رہا تھا اور اُس وقت مسلمان علم وحکمت کے تاجدار سمجھے جاتے تھے۔

آج دنیا نے گو کہ بڑی ترقی کرلی ہے تاہم ترقی کے باوجود تنزلی کی طرف جارہی ہے، ہر سطح پر زبوں حالی کی شکار ہے، انسانوں کے حقوق پامال ہورہے ہیں، عدل وانصاف کا خون ہورہا ہے، دنیا فتنہ وفساد اور اضطراب سے بھری پڑی ہے، مساوات کے نام پر انسانیت کا استحصال ہورہا ہے، آزادئ نسواں کے نام پر جنسی انارکی کو فروغ دیا جارہا ہے، ان ساری خرابیوں کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا اسلام سے منہ موڑ کر جی رہی ہے۔ پچھلے دنوں کناڈا سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے A World Without Islam ''دنیا اسلام کے بغیر'' اس کے مصنف گراہم فلر ہیں جو سعودی عرب، ترکی، لبنان، شمالی یمن، اور افغانستان میں امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کے اعلی افسر کی حیثیت سے بیس سال سے زائد عرصہ خدمت انجام دے چکے ہیں اور مشرق وسطی کے حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ کتاب کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ انسانیت کے لیے اسلام کو رحمت ثابت کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں ''یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ موجودہ عالمی مسائل کا سبب اسلام ہے''۔

اسلام ہر طرح کی بے راہ روی پر قدغن لگاتا ہے، اور ایسا معاشرہ وجود میں لاتا ہے جو عدل وانصاف کا پیکر ہو، امن وشانتی کا گہوارہ ہو جس کے سایہ تلے انسان امن اور راحت محسوس کرے، اس لیے مغرب یا ان کے ہمنوا ممالک یا تنظیموں کو مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی شرح آبادی سے قطعی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

صفات عالم محمد زبیر تیمی
safatalam12@yahoo.co.in

urdu.indd 4 3/24/11 1:27 PM

حافظ صلاح الدین یوسف

﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِن بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلَى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ، كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (سورہ المائدہ 78۔79)

ترجمہ: ''جو لوگ بنی اسرائیل میں کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ (اور) بُرے کاموں سے جو وہ کرتے تھے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے، بلاشبہ وہ بُرا کرتے تھے۔''

تشریح:

(۱) یعنی زبور میں جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اور انجیل میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور اب یہی لعنت قرآن کے ذریعے سے ان پر کی جارہی ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ لعنت کا مطلب اللہ کی رحمت اور خیر سے دوری ہے۔

(۲) یہ لعنت کے اسباب ہیں

◉ عصیان، یعنی واجبات کا ترک اور محرمات کا ارتکاب کر کے انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی۔

◉ اعتداء یعنی دین میں غلو اور بدعات ایجاد کر کے انہوں نے حد سے تجاوز کیا۔

(۳) اس پر مستزاد یہ کہ وہ ایک دوسرے کو بُرائی سے روکتے نہیں تھے جو بجائے خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔ بعض مفسرین نے اسی ترک نہی کو عصیان اور اعتداء قرار دیا ہے جو لعنت کا سبب بنا۔ بہرحال دونوں صورتوں میں برائی کو دیکھتے ہوئے برائی سے نہ روکنا، بہت بڑا جرم اور لعنت وغضب الٰہی کا سبب ہے۔ حدیث میں بھی اس جرم پر بڑی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ اسی لیے ایک حدیث میں اس کی تاکید کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

مَنْ رَاٰى مِنْكُمْ مُنْكَراً فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (صحیح مسلم، الایمان، بیان کون النهی عن المنکر من الایمان) ''تم میں سے جو شخص کسی منکر کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے''۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

''یقیناً اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل (گناہوں) کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا، یہاں تک کہ جب عام لوگوں کا حال یہ ہو جائے کہ وہ برائی اپنے درمیان ہوتے دیکھیں اور وہ اس پر نکیر کرنے پر قادر بھی ہوں لیکن وہ اسے نشانۂ تنقید نہ بنائیں، جب ایسا ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب عام وخاص سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے'' (مسند احمد، ج4 ص192)

ایک دوسری روایت میں اس فریضے کے ترک پر یہ وعید سنائی گئی ہے کہ ''تم عذاب الٰہی کے مستحق بن جاؤ گے، پھر تم اللہ سے دعائیں بھی مانگو گے تو قبول نہیں ہوں گی''۔

(مسند احمد ج5 ص388)

اس حقیقت کو نبی ﷺ نے ایک تمثیل کے ذریعے سے بھی واضح فرمایا، آپ نے فرمایا:

''اللہ کی حدوں میں مداہنت (نرمی اور درگزر) کرنے والے اور حدوں کے توڑنے والے کی مثال اس قوم کی سی ہے جنہوں نے ایک (دو منزلہ) کشتی میں سفر کرنے کے لیے قرعہ اندازی کی، بعض کے حصے میں بالائی منزل اور بعض کے حصے میں نچلی منزل آئی۔ نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے بالائی منزل پر آتے اور بالانشینوں کے پاس سے گزرتے تو وہ تکلیف محسوس کرتے۔ چنانچہ === نچلی منزل والوں نے کلہاڑا پکڑ کر کشتی میں سراخ کرنا شروع کر دیا تاکہ نیچے سے ہی پانی لے لیں اور اوپر جانے کی ضرورت پیش نہ آے۔ سوراخ کرنے کی آواز سن کر اوپر والے آئے اور پوچھا: تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم پانی لینے اوپر جاتے ہیں تو تم ناگواری محسوس کرتے ہو، چنانچہ ہم نیچے ہی سوراخ کرنے لگے ہیں، کیونکہ پانی کے بغیر تو چارہ نہیں۔ (نبی ﷺ نے فرمایا:) اگر وہ اسی وقت ان کا ہاتھ پکڑ لیں اور سوراخ سے روک دیں تو وہ سوراخ کرنے والوں کو بھی بچا لیں گے اور اپنے کو بھی بچا لیں گے اور اگر وہ ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں گے تو وہ ان کو بھی ہلاک کر دیں گے اور اپنے کو بھی ہلاک کر لیں گے''۔ (صحیح بخاری، الشهادات، باب القرعة فی المشکلات، و کتاب الشرکة، باب هل یقرع فی القسمة .....)

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ معاشرے میں ایسے لوگوں کا وجود نہایت ضروری ہے جو نہ صرف منکرات سے باز رہنے والے ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ان کے ارتکاب سے روکتے رہتے ہوں اور منکرات سے مفاہمت یا مداہنت کرنے والے نہ ہوں۔ ورنہ برائی سے مفاہمت یا اس کے معاملے میں مداہنت غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اعاذنا الله منه

عَنْ اَنَسٍ ﷺ قَالَ كَانَ أَخَوَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ ﷺ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ، فَشَكَا الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهٖ (رواه الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک ان میں سے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا (اور آپ سے دین کا علم سیکھتا) دوسرا کاروبار کرتا اور کماتا۔ کاروباری بھائی نے اپنے بھائی کی شکایت نبی ﷺ سے کی (کہ وہ کاروبار کرنے کی بجائے زیادہ تر آپ کے پاس رہتا ہے) آپ نے فرمایا: (تمہیں کیا معلوم) شاید تمہیں روزی اس کی وجہ سے ہی ملتی ہو'' (سنن ترمذی)

تشریح:

◉ اس سے معلوم ہوا کہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے اس طرح کسی کو وقف کر دینا یا کسی کا وقف ہو جانا جائز اور مستحب ہے۔ ایسے طلبائے علوم دینیہ کو بوجھ نہیں تصور کرنا چاہیے۔ اسی طرح ان کی اور ان علماء کی امداد سے گریز نہیں کرنا چاہیے، ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ ◉ انسان کو بے وسیلہ لوگوں کی امداد سے رزق مہیا ہوتا ہے۔

☆☆☆

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْراً يُصِبْ مِنْهُ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو مصیبت سے دوچار کر دیتا ہے''۔ (بخاری)

تشریح: دنیا کی تکلیفیں، مصائب وآلام، بیماری، غربت، جان ومال کا نقصان وغیرہ ان میں مومن کے لیے بھلائی کا پہلو اس طرح ہے کہ دنیا میں وہ ان کی وجہ سے اللہ کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعاء والتجا کرتا ہے اور ان کی وجہ سے اس کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، اس لیے آخرت کے نقطۂ نظر سے بھی اس میں ایک مومن کے لیے خیر ہے۔

urdu.indd 5 3/24/11 1:27 PM

عبدالصبور عبدالنور ندوی (سعودی عرب)
abdussaboor5.gmail.com

اور جنار دن پرساد بنے محمد سہیل

گزشتہ سات سال قبل جنار دن پرساد ورما کی زندگی میں ایک بڑی تبدیلی آئی اور وہ محمد سہیل بن گئے، ۱۸ برسوں سے سعودی عرب میں ملازمت کرنے والے محمد سہیل نے اپنی زندگی میں بڑے نشیب وفراز دیکھے، قبول اسلام کے بعد انہوں نے بڑے مشکل حالات کا سامنا کیا، اسلام کا آفاقی پیغام غیر مسلم بھائیوں تک پہونچانے میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر درجنوں افراد اسلام قبول کر کے سعادت بھری زندگی گزار رہے ہیں، ذیل میں ان سے کی گئی گفتگو کے اہم نکات پیش کئے جارہے ہیں۔

سوال: مختصر تعارف اور فیملی بیک گراؤنڈ؟

جواب: میرا نام جنار دن پرساد ورما تھا، ہندو گھرانے میں جنم لیا، چار بھائی اور چار بہن ہیں، آٹھ برس کی عمر سے ہی ملازمت شروع کی، گھر کی خستہ حالت دیکھ کر فیصلہ کیا کہ پڑھائی اور کام دونوں ساتھ کروں گا۔ اتر پردیش کے خلیل آباد سے نکل کر ممبئی گیا اور پڑھائی کے ساتھ ملازمت جاری رکھا، کچھ دنوں بعد میں نرنکاری ہوگیا اور پورے گھر کو بھی نرنکاری بنادیا۔

سوال: نرنکاری بننے کا خیال کیسے آیا؟

جواب: جن دنوں میں ممبئی میں تھا، ڈرائیونگ کے پیشہ سے منسلک تھا، ایک روز چیمبور کے علاقے سے گزر رہا تھا، دیکھا ایک وسیع پنڈال میں جلسہ ہورہا ہے، میں رکا اور لوگوں سے اس کی تفصیل پوچھی، تو لوگوں نے بتایا کہ نرنکاریوں کا جلسہ ہے، یہ لوگ پیڑ پودوں یا پتھروں کی پوجا نہیں کرتے، انہیں بھگوان نہیں مانتے، ان کا عقیدہ ہے کہ ہر شخص کے اندر بھگوان سمایا ہوا ہے، لیکن ہم اسے دیکھ نہیں سکتے، اور جسے دیکھ نہیں سکتے وہی بھگوان ہے۔ اسی لیے یہاں ہر ایک شخص بغیر کسی امتیاز کے ایک دوسرے کے پاؤں چھوتا ہے، والدین اپنے بچوں کے اور بچے اپنے والدین کے پاؤں چھوتے ہیں، یہ عقیدہ مجھے اس وقت بہت بھایا، پھر میں نرنکاری ہوگیا، گاؤں لوٹ کے آیا تو سارے گھر والوں کو نرنکاری بنادیا، میرے گھر والے ابھی بھی نرنکاری ہیں۔

سوال: نرنکار سے اسلام کی طرف میلان کب بڑھا؟

جواب: جب میں ممبئی میں تھا تو نرنکاری بننے کے بعد اسلامی جلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا، ایک مرتبہ ایک جلسہ کے خطیب نے کہا: آسمانی دھرم کو ہی ماننا چاہئے، اُس کتاب پر عقیدہ مضبوط ہونا چاہئے جو آسمان سے اللہ نے اتارا ہے۔ اور وہ قرآن ہے، میں چونک پڑا، پھر برابر مسلمانوں کے جلسوں میں جاتا رہا، میں نے کئی مسلمانوں سے وہ کتاب مانگی کہ میں اسے پڑھنا چاہتا ہوں، کتاب کی دکان پر بھی گیا، لیکن سب نے یہ کہا کہ تم ہندو ہو، اس لیے یہ مقدس کتاب تمہیں نہیں دے سکتے۔ اسی دوران میں سعودی عرب ڈرائیونگ پیشہ کے لیے پہونچا، یہاں چند ہی دن گزرے تھے کہ میرے ساتھ ایک حادثہ ہوا اور میری گاڑی سے ایک شخص کی موت ہوگئی، مجھے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا، ڈیڑھ سال کی قید ہوئی تھی، جیل میں ہی تھا کہ رمضان کا مہینہ آگیا، لوگوں کو روزہ رکھتے ہوئے دیکھ کر دل میں ہلچل مچی، کہ مجھے بھی روزہ رکھنا چاہیے، پھر میں نے تجربہ کے طور پہ روزہ رکھنا شروع کیا، دلی سکون ملا، اس طرح میں نے 27 روزے رکھے، لوگوں نے مجھے ٹوکا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے، صرف روزہ کیوں رکھتے ہو؟ میں نے انہیں کسی طرح ٹال دیا، پھر جیل سے رہائی کے بعد اسلام کے بارے میں ریسرچ شروع کیا۔ اور نرنکار سے نفرت کی ابتداء ہوئی۔

سوال: نرنکار سے نفرت کی وجہ؟

جواب: اسلام کا مطالعہ جوں ہی شروع کیا، نرنکار سے نفرت ہونے لگی کیونکہ دونوں نظریات کے مابین بڑا فرق پایا، انسانوں (مرد وخواتین) کا جو احترام اور عزت اسلام میں نظر آیا، ان کے یہاں بالکل ناپید ہے، ایک چیز سے مجھے سخت نفرت ہوئی کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کے پاؤں پکڑیں کیونکہ دونوں کے بدن میں بھگوان ہے، یہ فلسفہ مجھے سمجھ میں نہیں آیا، مجھے لگا کہ یہ تو بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینے والا مذہب ہے، اللہ معاف کرے میں نے دیکھا کہ کھلنڈرے نوجوان لڑکے، لڑکیوں کے پاؤں پکڑنے کی حد پار کر جاتے ہیں، ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کے طالب ہیں۔

سوال: اسلام کے بارے میں ریسرچ کے دوران کن چیزوں کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب: سب سے پہلے میں نے قرآن مجید کا ہندی ترجمہ حاصل کیا، کچھ کیسٹیں خریدیں، پڑھنا اور سننا شروع کیا، عام مسلمانوں سے اسلام کے بارے میں جب کچھ پوچھتا تو وہ لوگ مجھے دھتکار دیتے، کہتے تم ہندو ہو، خاموش رہو، میرے ساتھیوں نے میرے ساتھ بڑا برا سلوک کیا، ہندو سمجھ کر بھارت اور پاکستان کے مسلمانوں نے مجھے بہت دکھ دیے، میرے پینے کے برتن میں گندے پانی کی آمیزش کر دیتے، میرے بستر پر کوڑا ڈال دیتے، حقارت بھری نگاہوں سے مجھے گھورتے، میں نے صبر کا گھونٹ پی کر اسلام کی حقانیت کے بارے میں تحقیق جاری رکھی، اس دوران مجھے مدینہ منورہ کا ٹرپ ملنے لگا، مدینہ شہر کا نان مسلم روڈ (حدود حرم کے باہر) میری گزرگاہ تھا۔ اسی روڈ سے متصل ایک اونچی پارکنگ تھی، اور وہاں سے مسجد نبوی کے منارے دکھائی دیتے تھے، وہیں اپنی گاڑی روکتا اور میناروں کو تکتے تکتے سو جاتا، پھر رات میں خواب نظر آتا کہ دو سفید پوش باریش بزرگ آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہتے ہیں کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ چلو میرے ساتھ چلو، اتنے میں میری نیند کھل جاتی ہے، یہ خواب اسی جگہ پر میں نے بارہ مرتبہ دیکھا۔

سوال:: اس خواب کا آپ کے دل پر کیا اثر ہوا؟

جواب: مدینہ منورہ سے محبت بڑھتی گئی، جب بھی میں مدینہ سے گزرتا تو ایک رات وہاں قیام ضرور کرتا، اسلام کی طرف میلان بڑھتا گیا، سیرت نبوی کا مطالعہ کیا، اس طرح تحقیق کے سات سال گزر چکے تھے، اسلام قبول کرنے کی ٹھانی، اور ریاض کے سُلی اسلامک سینٹر میں پہنچ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

سوال:: ماشاء اللہ، اسلام کی کون سی خصوصیت نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟

جواب: عقیدۂ توحید نے سب سے زیادہ متاثر کیا، ہندو دھرم میں جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کے لیے مخصوص بھگوان کو پکارا جاتا ہے، بارش کے لیے الگ خدا ہے تو دولت کے لیے الگ، من کی مراد پوری کرنے والا کوئی اور ہے، کچھ اسی طرح کے نظریات نرنکار میں بھی پائے جاتے ہیں، لیکن اسلام میں ہر چیز کے لیے صرف

urdu.indd 6 3/24/11 1:27 PM

ایک ہی اللہ ہے، اسی سے سب کچھ مانگنا ہے، اسی سے لو لگانا ہے، ہندوؤں میں کروڑوں دیوی دیوتاؤں کی پوجا نے مجھے ہندومت سے بیزار کردیا تھا، ایک اللہ کی عبادت اور اسی پر ایمان ویقین کا مضبوط عقیدہ نے مجھے اسلام کا دیوانہ بنا دیا۔ دوسری چیز اسلام میں خواتین کا جو مقام ومرتبہ ہے، اتنا بلند ہے کہ دوسرے مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملے گی، خواتین کے پردے کی حکمت نے بھی مجھے بہت متاثر کیا۔

سوال: قبول اسلام کے بعد خاندان کا کیا ردعمل رہا؟

جواب: ابتداء میں تو والدین اور بھائیوں نے وعدہ کیا کہ آپ گھر آئیں، جیسا کہیں گے، ویسا کرنے کو ہم سب تیار ہیں، گھر جانے کے بعد سب کو اسلام کی دعوت دی، مگر سب اپنے وعدے سے مکر گئے، گھر والوں نے میرے گرد گھیرا تنگ کردیا، مجھے نماز سے روکنے کے لیے اڑچنیں ڈالتے، ایک ہفتہ مسلسل کھڑے ہوکر نماز پڑھی، گھر والے میرے چاروں طرف کھڑے رہتے اور ڈراتے دھمکاتے، نماز کے وقت ہینڈ پمپ کا ہتھا نکال دیتے تھے تاکہ میں وضو نہ کرسکوں، میری جائے نماز غائب کردیتے، میں نے کھیتوں میں نماز پڑھنا جاری رکھا اور پورے خاندان کو سمجھاتا رہا، مگر وہ ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے۔

سوال: آپ کی بیوی اور بچوں کا ردعمل کیا رہا؟

جواب: پہلے بیوی نے تو اسلام قبول کرنے کی حامی بھرلی، میں نے اسے اسلام کی ساری تعلیمات بتائیں، مگر اچانک اسے نجانے کیا ہوا کہ وہ آج کل کر کے ٹالتی گئی، اور خاندان کی دوسری خواتین اسے اکساتی رہیں اور وہ میرے خلاف بغاوت کرتی گئی، بچے بھی میرے مخالف ہوگئے، میرا بڑا لڑکا جس کا نام کنہیا لال ورما تھا، اب محمد ابراہیم ہے، میرے ساتھ آیا، اور وہ اس وقت میڈیکل کی تعلیم حاصل کررہا ہے، کچھ دنوں کے بعد جب خاندان والوں کو لگا کہ میں سب کو مسلمان بنا کے چھوڑونگا، تو میری بیوی اور والد صاحب نے کرایہ پر غنڈے لے کر مجھے جان سے مارنے کی سازش رچی، میں ساری زمین جائداد اور دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ نکل پڑا، میرے بڑے بچے کے علاوہ کوئی اور ساتھ نہیں آیا۔

سوال: گھر چھوڑنے کے بعد آپ نے کیا کیا؟

جواب: چونکہ میں سعودی عرب میں برسر روزگار ہوں، وہاں سے سعودی عرب واپس آگیا۔ اور یہاں اپنے علاقے کے کچھ مخلص بھائیوں سے ملاقات ہوئی، انہوں نے حوصلہ دیا، میری شادی کرادی، اور سدھارتھ نگر کے ایک قصبہ میں بسادیا، وجزاہم اللہ خیرا۔

سوال: اسلام نے اخوت اور بھائی چارے کا جو درس دیا ہے، اس سے کتنا متاثر ہوئے؟

جواب: مجھے کسی بھی دھرم میں اخوت اور بھائی چارے کا وہ درس نہیں ملا، جو اسلام میں ملا، مگر حیرت اس وقت ہوئی جب اسلام کے پیروکاروں میں اسلام کا یہ درس عظیم مفقود ملا، مجھے نہیں لگتا کہ عام مسلمانوں کو دیکھ کر کوئی اسلام قبول کرے گا، مسلمانوں کو اپنی حالت میں تبدیلی لانی ہوگی، اخلاقی طور پہ اپنا کردار بلند کرنا ہوگا، تبھی اسلام کی نشر و اشاعت کا دائرہ مزید وسیع ہوگا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اسلام پوری رفتار کے ساتھ دنیا میں پھلتا پھولتا رہے گا۔

ایمانیات

محبت مطلوب توھے لیکن .....

طاہرہ بیگم سید کریم (کویت)

محبت

ایک ایسا قوی اور طاقتور جذبہ ہے جسے اللہ تبارک وتعالی نے ہر انسان کے اندر بدرجۂ اتم ودیعت فرمایا ہے، اسی جذبے کے سہارے انسان کسی کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہے، یہ وہ جذبہ ہے جسکے لیے انسان اپنی جاہ، مال، منصب، وطن سب کچھ چھوڑ سکتا ہے، انسان اپنے والدین سے محبت اس لیے کرتا ہے کیونکہ اسکا وجود ان کا مرہون ہوتا ہے، بیوی اسکی شریک حیات ہوتی ہے، بچے اسکے وجود کا حصہ ہوتے ہیں، رشتہ داروں سے محبت اس لیے کہ اپنا اور اپنی محبوب ہستیوں کا تعلق ان سے ہوتا ہے، مال اور کاروبار سے محبت اس لیے کہ اسکے بغیر اسکی زندگی کا گذارہ ناممکن ہوتا ہے اور گھر اسکی محنت، مشقت اور خوابوں کا آشیانہ ہوتا ہے۔ انسان کی ہر محبت کے پیچھے اسکی کوئی نہ کوئی غرض وضرورت ضرور وابستہ ہوتی ہے۔ ان سب سے اسکی محبت کا احساس ہوتا ہے۔ اسی احساس کے تحت انسان انکے معیار پر پورا اترنے کے لیے محنتیں اور مشقتیں کرتا ہے،، بجا وبیجا کی پرواہ نہیں کرتا، حرام وحلال کی تمیز بھول جاتا ہے، لوٹ گھسوٹ کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ اور اپنی عاقبت کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

انسان کے ان وقتی اغراض ومقاصد اور عارضی تعلقات کا اظہارِ تشکر اتنا شدید ہوسکتا ہے تو ذرا غور کریں، وہ اللہ، وہ رب کائنات، جو تمام عالموں کا خالق، مالک ومختار کل ہے جس نے ہمیں وجود بخشا، اتنا خوبصورت بنایا، دیکھنے کو آنکھیں، سننے کو کان، بولنے کو زبان اور سوچنے سمجھنے کو اتنا بہترین دماغ دیکر تمام مخلوقات میں ممتاز ومیّز کرکے اشرف المخلوقات کا لقب عطا کیا۔ ہمارے چلنے پھرنے کے لیے زمین بنائی، ہمارے لیے دن کو روشن اور رات کو پرسکون بنایا، ہماری غذا کے لیے جانور، پرندے، پیڑ پودے بنائے غرض کائنات کا ہر ذرہ ہمارے لیے بنایا، اگر اسکی پاکی وکبریائی بیان کرنا چاہیں تو سمندروں کو سیاہی بنادی جائے اور اشجار کو قلم، تب بھی ہم اسکی بڑائی وتمجید کی تکمیل نہیں کرسکتے تو پھر کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ہم اپنے متعلقین کی محبتوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر غالب کرلیں، کیا یہ اپنے رب سے بے وفائی نہیں؟ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّى يَأْتِيَ اللّهُ بِأَمْرِهِ وَاللّهُ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ سورة التوبة (24)

''اے نبی ﷺ کہہ دو کہ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز واقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑجانے کا تم کو خوف ہے۔ اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اسکی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہیں کرتا''۔

اللہ تعالی نے ان سارے رشتوں اور محبتوں کے ذکر کے ساتھ تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ خبردار! اگر دنیوی اشیاء اور رشتوں کو اللہ اور رسول کی محبت اور اللہ کے عائد کردہ ذمہ داریوں پر فوقیت دوگے تو اللہ کا عذاب تمہیں آلے گا اور اسکی رہنمائی سے محروم رہوگے۔

اللہ تعالی نے محبت کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ان سے محبت بھی عبادت کا حصہ ہے، البتہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کو نظر انداز کرکے مذکورہ اشیاء کی محبت میں پھنس جانے سے منع کیا ہے، اللہ اور رسول کی محبت کو درجۂ اول پر اور باقی محبتوں کو دوسرے درجہ پر رکھنے کی تاکید فرمائی جارہی ہے۔

urdu.indd 7 3/24/11 1:27 PM

سید عبدالسلام عمری (کویت)
abdussalamsyed@ymail.com

نبی اکرم ﷺ کا طریقۂ تربیت

رسول پاک ﷺ ماہر تعلیم تھے، اور ایک ماہر تعلیم اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ جو بات وہ کہنا چاہتا ہے آیا مخاطبین کی ذہنی استعداد کے مطابق ہے یا نہیں، وہ کوئی ایسی بات نہیں کرتا جو مخاطب کی ذہنی استعداد سے بالاتر ہو، رسول پاک ﷺ ان باتوں کا بڑا خیال فرماتے تھے۔ اگر ایک شخص نومسلم ہوتا اور دوسرا پُرانا مسلم تو دونوں کو سمجھانے میں فرق رکھتے تاکہ دونوں اپنی ذہنی استعداد کے مطابق سمجھ سکیں۔ یہی فرق آپ ﷺ ایک شہری اور ایک دیہاتی کی تعلیم میں ملحوظ رکھتے۔ حضرت ابوموسی اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے اپنے علاقے کی مخصوص لب ولہجہ میں رسول پاک ﷺ سے سفر کے دوران روزے کا حکم پوچھا، اس کے لب ولہجہ میں حرف ''لام'' کو میم سے بدلا جاتا تھا اس کا سوال تھا أمن امبر امصوم فی امسفر ؟ [اصل عبارت تھی أمن البر الصوم فی السفر ؟ '' کیا سفر میں روزے رکھنا نیکی کا کام ہے؟'' آپ ﷺ نے اسے اسی مخصوص لہجہ میں جواب دیا۔ لیس من امبر امصوم فی امسفر [لیس من البر الصوم فی السفر] ''سفر میں روزے رکھنا نیکی کا کام نہیں''۔ (جمع الفوائد)

رسول پاک ﷺ کے طریقۂ تعلیم وتربیت کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ جو چیز زبانی طور پر سمجھانے سے سمجھ میں نہ آتی، عملی طور پر سمجھانے کی ضرورت پڑتی تو آپ ﷺ اسے عملی طور پر سمجھاتے۔ رسول پاک ﷺ اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے بسا اوقات ہاتھ کے اشاروں سے مدد لیتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ صحابہ کے سامنے کچھ لکیریں کھینچتے اور ان کے ذریعہ اپنی بات کو واضح کرتے۔ اس طرح مخاطب کے ذہن میں اپنی بات کو اتارتے کہ بات کا مالہ وما علیہ اس پر پوری طرح واضح ہوجاتا۔ مثلاً رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: أنا وکافل الیتیم فی الجنة کهاتین وأشار بالسبابة والوسطی (بخاری) ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا بہشت میں یوں ہوں گا۔ پھر آپ نے اپنی شہادت اور بیچ والی انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا''۔ غور کیجیے جب اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنی شہادت کی اور بیچ کی انگلی اٹھا کر صحابہؓ سے یہ فرمایا ہوگا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ یعنی ایک دوسرے سے بالکل قریب ہوں گے دونوں کے درمیان کوئی حائل نہ ہوگا تو وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو حصول جنت کے لیے اپنی جان وجہاں تک کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھے، اور رسول پاک ﷺ کا قرب انہیں ہر نعمت سے زیادہ قیمتی اور محبوب تھا تو کیا اس ارشاد اور اشارے کے بعد ہر صحابی کے دل میں یہ عزم پیدا نہیں ہوا ہوگا کہ مجھے یتیم کی کفالت کرکے اس نعمت عظمی کو ضرور حاصل کرنا چاہیے۔

ایک بار رسول پاک ﷺ صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے زمین پر ایک لکیر کھینچا اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے، پھر اس سیدھی لکیر کی دائیں جانب دو لکیریں کھینچی اور دو لکیریں بائیں جانب اور فرمایا کہ یہ لکیریں شیطان کے راستے ہیں:

لکیریں



اس کے بعد آپ ﷺ نے سیدھی لکیر پر دست مبارک رکھا اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (انعام: 154) ''اور یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے لہذا اسی پر چلتے جاؤ اور دوسری راہوں کے پیچھے نہ جاؤ، ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے، اللہ نے تمہیں اپنی باتوں کا حکم دیا ہے شاید کہ تم بچ جاؤ (تقوی شعار بن جاؤ)''۔

> درخت کا بیج اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے، تخم کی تحقیق کے لیے کوئی ماہر فن باغبان کے پاس نہیں جاتا رسول پاک ﷺ کی سیرت کا اندازہ امت کی حالت سے کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا۔

آپ ﷺ نے لکیریں کھینچ کر نہایت عام فہم انداز میں اس آیت کی تشریح فرمائی اور ذہنوں میں یہ بات جاگزیں کردی کہ عزت وسربلندی اور جنت تک پہنچانے والا راستہ صرف یہی ہے، اور اس کے علاوہ باقی تمام راستے خواہ وہ باطل ادیان ہوں یا دوسرے افکار ونظریات سب شیطانی راستے ہیں، جو ہلاکت وبربادی اور جہنم تک پہنچانے والے ہیں۔

آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سینوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کی ایسی بھٹی شعلہ زن کی کہ جس میں وقتی مصلحت وخودغرضی کا ہر شائبہ جل کر خاکستر ہوگیا، آپ ﷺ نے اسلامی افکار وعقائد کو دلوں میں اس طرح راسخ کیا کہ کسی بھی غیر اسلامی تصور کے ابھرنے یا پنپنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی۔

اب رہی بات ہم مبلغین اور مصلحین کی تو ہماری دعوتی اور اصلاحی کوششوں کا ہدف دل سے زیادہ دماغ پر ہوتا نظر آتا ہے۔ اس لیے نتیجہ خیز تبدیلی دیکھنے کو بہت کم ملتی ہے، بلکہ بسا اوقات ہمارے اس طرز دعوت سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے، تمام تر عقلی دلائل پیش کرنے کی ہماری ان کوششوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی درخت سوکھ جائے تو مالی اس کی جڑ کو پانی دینے کی بجائے اس کی پتیوں اور ٹہنیوں پر پانی چھڑکنے لگے اور اس سے درخت کی حیات نو کی امید رکھے، بعض مرتبہ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مبلغ وداعی دیگر ادیان کی کتابوں کے شلوک جتنی اچھی طرح پڑھتا ہے وہ قرآن حدیث کو اتنے اچھے انداز میں پیش کرنے سے قاصر ہوتا ہے، یہ ایک المیہ نہیں تو اور کیا ہے؟۔ ماضی اور حال کے دعاۃ کا اور ان کی دعوتی کوششوں کا تجزیہ کرتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے بڑا چشم کشا تبصرہ فرمایا ہے:

''قبول اسلام میں اصل چیز دل ہے، جب دل ایک تبدیلی پر رضامند ہوجاتا ہے اور کسی بات کو قبول کرلیتا ہے تو پھر باقی تمام جسم کے اعضاء اس کے سوا کچھ نہیں کرتے کہ وہ اس تبدیلی کی تائید کے لیے وقف ہوجائیں۔ اسلام کے قدیم وجدید مبلغوں میں ایک واضح فرق یہ نظر آتا ہے کہ

urdu.indd 8 3/24/11 1:28 PM

قدیم مبلغوں کا وار دلوں پر ہوتا تھا، وہ اپنی للّٰہیت، خوش خلقی اور احسان ومروت کی جادو اثر اداؤں سے دلوں کو گرویدہ کرتے تھے اور اس طرح ہزار ہا لوگ از خود بغیر کسی بحث و تکرار کے ان کے رنگ میں رنگ جاتے تھے، مگر جدید مبلغوں کا سارا زور دماغ کی تبدیلی پر صرف ہوتا ہے، وہ صداقت اسلام پر ایک دلیل دیتے ہیں، مقابلہ میں غیر مسلم دوسری دلیل پیش کر دیتے ہیں، اس بحث وتکرار میں مقصود ہدایت گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ فطرت اپنی فتوحات حاصل کرنے کے لیے اپنا تعلق ہمیشہ دلوں سے جوڑتی ہے، فطرت کھانے میں لذت پیدا کرتی ہے اور انسان بے اختیار اسے کھا جاتا ہے، تو ضرورت اس بات کی ہے کہ مبلغین اسلامی کردار کی عظمت کے مالک ہوں''۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں:

''ہندو اور پارسی، عیسائی اور یہودی، سکھ اور جین اور تمام غیر مسلم قومیں جو آج رسول پاک ﷺ کی زندگی سے واقف ہونا چاہتی ہیں، ان میں سے کوئی قوم قرآن کا مطالعہ نہیں کرتی، دفتر احادیث کی ورق گردانی نہیں کرتی، وہ تو صرف ہماری زندگی کو دیکھتی ہے، امت کی سیرت سے رسول کی سیرت کا، پیروؤں کے کردار سے پیغمبر کے اخلاق کا اندازہ لگاتی ہے۔ (اب کوئی یہ کہے کہ مسلمانوں کو مت دیکھو، قرآن وحدیث کا مطالعہ کرو تو یہ کہاں تک صحیح کہلائے گا؟) یقین جانئے کوئی غیر مذہب والا ہمارے یہاں کی کتابوں کو الٹ پلٹ اس غرض سے نہیں کرے گا، وہ ہماری کتابوں کو نہیں، خود ہمیں پڑھے گا، ہماری زندگی دیکھے گا، وہ مطالعہ کتابوں کا نہیں، زندہ کتابوں کا کرے گا، درخت کا بیج اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے، تخم کی تحقیق کے لیے کوئی ماہر فن باغبان کے پاس نہیں جاتا رسول پاک ﷺ کی سیرت کا اندازہ امت کی حالت سے کیا جاتا ہے اور کیا جائے گا''۔

اب ہم اپنا محاسبہ کریں کہ ہماری زندگی، ہمارا طرز عمل، ہمارا کردار، ہماری عادتیں اور خصلتیں، ہمارے مشغلے اور دلچسپیاں، ہمارا مذاق طبیعت، ہماری سیرت، غیر مسلموں کے دل میں رسول پاک ﷺ کی بابت کیا رائے قائم کرائے گی؟ اس لیے پیارے بھائیو! اپنی زندگیوں سے اس پاک زندگی پر داغ نہ لگاؤ اور کوشش کرو کہ اس پاک وصاف روشن اور بے داغ زندگی کا کچھ ہلکا سا نمونہ ہماری زندگیوں میں بھی نظر آنے لگے!!!

مسواک کی فضیلت



اسلام میں طہارت و پاکیزگی کی حیثیت صرف یہی نہیں کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور طواف کعبہ جیسی عبادت کے لیے لازمی شرط ہے۔ بلکہ یہ بذات خود بھی مطلوب ہے۔ طہارت و نظافت کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں پر خاص طور سے زور دیا اور بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے، ان میں سے ایک مسواک بھی ہے۔

فضائل مسواک:

◉ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسواک منہ کی پاکیزگی اور رب کی رضا کا موجب ہے'' (ابن ابی شیبہ)

◉ سیدنا ابوایوب انصاری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں۔ ۱۔ختنہ کرنا ۲۔عطر لگانا ۳۔مسواک کرنا ۴۔نکاح کرنا''۔ (ابن ابی شیبہ)

◉ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے اپنی امت کی مشقت اور دشواری کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا''۔ (مسلم، ترمذی)

◉ آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان پر مسواک کرنا فرض قرار دے دیتا۔ جبکہ میں خود اس کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ اپنے منہ کے اگلے حصہ کے چھل جانے کا خوف ہے''۔ (ابن ماجہ)

◉ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ ''حضور اقدس ﷺ رات یا دن کے وقت جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک فرمایا کرتے تھے''۔ (ابوداؤد)

◉ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ جب گھر میں داخل ہوتے تو سب سے پہلے مسواک فرمایا کرتے تھے''۔ (مسلم)

◉ حضرت زید بن خالد الجہنی ؓ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ جب گھر سے نماز کے لیے نکلتے تو مسواک کر کے نکلتے تھے''۔ (الترغیب والترہیب)

◉ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ ''نبی کریم ﷺ مسواک کر لینے کے بعد دھونے کے لیے مجھے عنایت فرماتے تھے۔ میں پہلے خود اسے استعمال کرتی اور پھر دھو کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتی تھی''۔ (ابوداؤد)

◉ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی پاک ﷺ تہجد کی نماز دو دو رکعت پڑھتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد مسواک فرمایا کرتے تھے''۔

امام المنذری ؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''چونکہ نبی کریم ﷺ کا نماز تہجد میں قیام، رکوع اور سجود بہت طویل ہوتے تھے اس لیے آپ ﷺ انتہائی نظافت طبع کی وجہ سے اتنی دیر میں دوبارہ مسواک کا تقاضہ محسوس فرماتے تھے''۔ (الترغیب والترہیب)

◉ حضرت عامر بن ربیعہ ؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے نبی کریم ﷺ کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے دیکھا کہ میں اسے شمار بھی نہیں کر سکتا''۔ (ترمذی)

سلف اور مسواک: اللہ والے مسواک کا بے حد اہتمام فرمایا کرتے، یہاں تک کہ اپنے کانوں پر رکھے ہوتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کانوں پر مسواک رکھتے اور ہر نماز کے وقت مسواک کرتے تھے۔ (بذل المجہود) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بازاروں میں چلتے پھرتے وقت بھی مسواک اپنے کانوں پر رکھے ہوتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ)

مسواک کے فوائد: ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مسواک میں ستر فوائد ہیں ان میں سے چند فوائد یہ ہیں: مسواک منہ کی پاکیزگی، مسوڑھوں کی مضبوطی، بصارت میں اضافہ، سر درد میں تسکین، معدہ کی اصلاح، بدن کی تقویت، فصاحت و بلاغت میں اضافہ، عقل وفہم و یادداشت میں فراوانی، قلب کی صفائی، نیکیوں میں اضافہ، ملائکہ کی خوشی اور مصافحہ کا موجب ہے۔

urdu.indd 9 3/24/11 1:28 PM

احتشام الحق سلفی (انڈیا)
shaz_bazmi@yahoo.co.in

نئی نسل میں اسلامی تشخص کی بقا کا مسئلہ

آج ہندوستان میں اخلاقی انحطاط کی جو ہوا چل رہی ہے اس کا اثر خاص طور پر نوجوان نسلوں میں کچھ زیادہ ہی ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کو ذہن میں رکھ کر اس کے اسباب کا پتہ لگائیں تو بنیادی طور پر جو چیز سامنے آتی ہے وہ مادہ پرستی اور مذہب سے دوری ہے۔ ان کے علاوہ استعماری اور صیہونی افکار نے اسلامی تہذیب واقدار کو مسخ کرنے کے لیے جو حربے اپنائے ہیں ان میں ذرائع ابلاغ اور ترسیلی سہولیات مثلاً ٹیلی ویژن، سنیما، انٹرنیٹ اور موبائل کا منفی استعمال ہے۔ موبائل اور انٹرنیٹ نئی نسلوں کے ذہنوں پر بری طرح سے چھائے ہوئے ہیں۔

اس وقت تین نسلیں ہمارے سامنے ہیں۔ پہلی نسل پختہ عمر والوں کی ہے۔ دوسری وہ جو جوان ہوچکی ہے اور پختگی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ تیسری وہ نئی نسل جو دس، بارہ سال سے پچیس سے تیس سالوں کی عمر تک کی ہے۔ پہلی نسل کی صورت حال غنیمت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی پرورش ایسے ماحول میں ہوئی ہے جس پر مذہب کے اثرات غالب تھے۔ دوسری نسل پر اس کے اثرات ہلکے ہیں۔ تیسری نسل میں اس کا یکسر فقدان ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑی ہے۔ تو دوسری طرف نئی تہذیب کی یلغار ہے جو بیشتر جدید تعلیم کی راہ سے اس پر حملہ آور ہوئی ہے۔

اس وقت ہمارے لیے نئی نسل بہت اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ آنے والی نسلیں اسی پر منحصر ہیں۔ اگر اسے موجودہ روش پر چھوڑ دیا گیا تو آنے والی نسلیں کیسی ہوں گی اور ان پر اسلامی تہذیب وافکار اور عقائد کا کتنا اثر ہوگا، اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔

گزشتہ دو دہائیوں میں ہندستانی مسلمانوں میں الحمد للہ خوشحالی آئی ہے اور مسلمانوں نے تعلیم کی طرف خصوصی توجہ کی ہے۔ ان میں تعلیمی گراف بڑھا ہے۔ بڑی تعداد میں مسلمان بچے عصری تعلیم حاصل کررہے ہیں اور مختلف میدانوں میں انہیں نمایاں کامیابی بھی مل رہی ہے۔ حالانکہ جو پیش رفت ہونی چاہیے وہ اب بھی کم ہے۔ آبادی کے تناسب سے مسلمان تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ لیکن اس کا دوسرا دردانگیز پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں میں مذہب کے تئیں منفی ذہنیت پیدا ہوئی ہے۔ مذہبی تعلیم اور اسلامی تہذیب واقدار کو فرسودہ سمجھا جانے لگا ہے۔ مخالفانہ رویہ یہ ہے کہ عصری تعلیم میں مذہبی تعلیم کی ہم آہنگی تعلیمی ترقی میں رکاوٹ سمجھا جانے لگا ہے۔ اس رویہ اور ذہنیت کی وجہ سے ایسے عصری ادارے جو اسلامی تعلیم اور اسلامی تہذیب کے ساتھ عصری تعلیم کا انتظام کرتے تھے روبہ زوال ہیں۔ نئی نسل کے سرپرستوں کا رجحان مشنری اسکولوں کی جانب ہے۔ رفتہ رفتہ نئی نسل اسلامی تہذیب سے بے گانہ ہورہی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ اپنے مذہب کے بنیادی افکار، اسلامی تاریخ کی شخصیات اور واقعات سے اتنی واقفیت بھی نہیں جتنی دوسرے مذاہب کی حقیقی اور افسانوی شخصیات وواقعات سے ہے۔ دوسری طرف غیر اسلامی درس گاہوں میں تہذیبی یلغار ہے۔ سیکولرزم یا لادینی فکر کی جانب سے یہ تاثر دینے کی کوشش ہورہی ہے کہ مذہب انسان کو تنگ نظر اور جانب دار بناتا ہے۔

آج جو لوگ اپنے بچوں کو انگریزی اسکولوں میں پڑھا رہے ہیں ان میں کچھ اسلامی غیرت سے اور کچھ شرما حضوری میں دنیا کی دم بہ دم بدلتی صورت حال اور لادینی تہذیب وافکار کے رجحان سازوں کے فتنہ پرور شاخسانوں سے بے خبر کسی سادہ لوح مولوی کو رکھ کر قرآن اور اردو پڑھوا لیتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا یہ عمل مذہبی غیرت وحمیت کا ثبوت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس سے بچہ میں اسلامی تہذیب آجائے گی؟ مذہب کے تئیں جو والہانہ لگاؤ ہونا چاہیے محض اتنے سے عمل سے بچے میں در آئے گا؟ میرا خیال ہے نہیں۔ کیونکہ تہذیبی عمل گرچہ واضح اور محسوس ہوتا ہے مگر اس کو اس طرح چند گھنٹوں کی روا روی میں نہیں سکھایا جاسکتا ہے۔ نہ ٹیوشن میں پڑھانے والے کو اس کی فرصت ہوتی اور نہ ہی اس میں عام طور پر اس کا فہم ہوتا ہے کہ بچے کو اسلامی تہذیب کے اجزا سے روشناس کرائے۔

تہذیب ایک طرز معاشرت ہے جو گھر کی معاشرت میں رہ کر ہی سیکھا جاسکتا ہے۔ اس کے سیکھنے میں شعور اور لاشعور دونوں کی کارفرمائی ہوتی ہے۔ بلکہ تہذیب کے اکثر امور انسان پر لاشعوری طور پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ گھر کا طرز معاشرت اگر اسلامی تہذیب پر مبنی ہوگا تو بچے اس سے اثر انداز ہوں گے اور اگر گھر میں دوسری تہذیب اپنا قدم جمائے ہوئے ہوگی تو بچے کے ذہن پر اسی تہذیب کے اقدار کا اثر مرتب ہوگا۔ ساتھ ہی ایام طفولیت میں ہر عمل پر بروقت بچے کی رہنمائی اور درست عمل کی طرف نشاندہی بھی ضروری ہے۔

دوسری طرف غیر اسلامی اداروں میں جس طرح کی تہذیبی یلغار ہے اس کا تدارک بڑی بیدار مغزی سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس کی طرف توجہ نہیں دی گئی تو نئی نسل میں اسلامی تشخص کی بقا کا مسئلہ سنگین ہوتا چلا جائے گا۔

مختصر طور پر چند مسائل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً:

- اسکولوں میں Pray یا Assembly کے وقت ہاتھ جوڑ کر کھڑا کیا جاتا ہے۔ ذہن میں ملک اور کوئی دیوی یا دیوتا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس میں جو بول ادا کیے جاتے ہیں وہ اکثر شرکیہ ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ بھی ہو تو ایک مسلمان کے لیے دعا کے وقت جو تصور ذہن میں ہونا چاہیے کم از کم وہ نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کو بتانے کی کوشش کی جاتی ہے۔
- آج معیاری تعلیم (Education Quality) پر بہت زور دیا جارہا ہے۔ اس کے لیے بڑے پیسے خرچ کیے جاتے ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسے ادارے جو مذہبی تشخص کو ذہن میں رکھ کر چلائے جارہے ہیں، ایسی تعلیم دینے سے قاصر ہیں۔ بلاشبہ اس میں کچھ جزوی حقیقت بھی ہے۔ بہرحال اس طرح کی تعلیم کے لیے لوگوں کی رغبت مشنری اسکولوں کی جانب ہے۔ ملک کے بیشتر شہروں میں مشنری اسکول بھی کھلے ہوئے ہیں۔ ان میں بیشتر اسکولوں کے Badge اور بیلٹ یا ٹائی وغیرہ کو دیکھیں تو اس طرح کی عبارت بھی لکھی ہوئی ملے گی: Love The Cross اور اس کے سامنے صلیب بنی ہوئی ملے گی۔ اگر ایسی عبارتیں لکھیں نہیں بھی ہوں تو مشنریز کے اسکول ہی اس لیے قائم کیے جاتے ہیں کہ بچوں کے ذہن میں ایسے تصورات پیدا کیے جاسکیں۔
- ہمارے ملک میں تعلیم کو سیکولرائز (لادینی) کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک انسان جس کی سرشت میں مذہب داخل ہو کہیں پر جاکر مذہب اس کے لاشعور سے غائب ہوجائے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال

urdu.indd 10 3/24/11 1:28 PM

دیکھئے کہ چھوٹے بچوں کی کتابوں میں حروف اور ان کی آوازوں کی شناخت کے لیے تصویروں کی مدد لی جاتی ہے۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انگریزی حرف G کی شناخت کے لیے ایک تصویر دی ہوتی ہے اور وہ تصویر کسی دیوی کی ہوتی ہے۔جیسے: G For God حالانکہ یہ بھی درست ہے کہ ایسی مثالیں شعوری کوششوں کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں۔

مسلمان بچے جب اسلام کی بنیادی تعلیمات اور شعوری تربیت سے عاری ہوتے ہیں تو اپنے غیر مسلم اساتذہ کے استقبال کے لیے 'نمستے' اور 'پرنام' بولتے ہیں۔بغیر یہ جانے ہوئے کہ ان کے معانی کیا ہیں؟ اور ان کے ادا کرنے پر ایک مسلمان کے عقیدہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ اس طرح کے بہت سے امور ہیں جن سے اسلامی تہذیب وتشخص مٹ رہے ہیں۔فلموں کے بہت سے مکالمے بھی ایسے ہوتے ہیں جن کے ادا کرنے سے ایک مسلمان کا عقیدہ مجروح ہوتا ہے۔نوجوان نسل کے بچے مذاق میں اور تفریحاً ایسے جملے بولتے رہتے ہیں۔آخر ان کا سد باب کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی صورت حال میں سد باب کے لیے کن اقدامات کی ضرورت ہے؟ یہاں چند تجاویز دی جارہی ہیں:

☆ عام طور پر مسلمان خواہ کیسا ہی بے عمل کیوں نہ ہو جمعہ اور عیدین کا اہتمام کرتا ہے۔ان کے خطبوں میں گھروں کے اندر اسلامی تہذیب کے اختیار کرنے کی تلقین ہونی چاہئے وہیں اسلامی تہذیب کے اقدار کو مفصل طور پر بتاتے ہوئے ان کا اہتمام کس طرح ممکن ہے، اس پر روشنی ڈالنی چاہیے۔

☆ جلسے جلوس میں اس موضوع پر یقینی طور ایک تقریر تفصیل سے ہونی چاہیے۔اس میں غیر اسلامی تہذیبوں کو بتاتے ہوئے مسلمان کے لیے مناسب عمل کیا ہے، اس کی نشاندہی ہونی چاہیے۔

☆ ہر شہر میں مذہبی اداروں اور مذہبی انجمنوں کی جانب سے ایک اہتمام یہ کیا جائے کہ مختلف چھٹیوں میں یا اتوار کے دنوں میں ماہرین کے ذریعہ توسیعی خطبوں کا انتظام کیا جائے جن میں اسلامی تہذیب کے عناصر کی نشاندہی ہو اور یہ بتایا جائے کہ اس کو کس طرح زندگی میں جاری کیا جاسکتا ہے۔غیر اسلامی تہذیبیں جو اسلامی تہذیب سے متصادم ہیں ان سے مسلم بچے کیسے بچیں اور ان کو ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیے۔اسلامی تہذیب کی جزئیات کو وضاحت سے بیان کیا جائے۔

☆ اس کے علاوہ ایک بہت ضروری اقدام یہ ہونا چاہیے

انٹرنیٹ کا استعمال بچوں کو نہ کرنے دیا جائے، اگر ضروری ہو تو ان کے سامنے گھر کا کوئی بڑا فرد موجود رہے۔کیونکہ انٹرنیٹ جہاں علم اور وسیع معلومات کا خزانہ ہے وہیں وہ مجموعۂ خباثت بھی ہے

کہ بہت تیزی کے ساتھ بچوں کو ذہن میں رکھ اسلامی تہذیب وتاریخ کو انگریزی میں منتقل کیا جائے۔

☆ ابتدائی تعلیم کے لیے اسلامی عصری درس گاہیں قائم کی جائیں یا جو ادارے قائم ہیں ان کے معیار کو اعلیٰ ترین معیاروں پر استوار کیا جائے جن میں پڑھ کر ہمارے بچے جس میدان کا انتخاب کریں اس میں دوسروں سے بہت آگے رہیں۔

☆ سب سے اہم اور ضروری اقدام یہ ہے کہ اپنے گھروں میں اسلامی ماحول پیدا کیا جائے۔بچوں کو اسلامی اقدار سکھائے جائیں۔جیسے آنے جانے والوں کو سلام کرنا، کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ، کوئی شخص کوئی ضرورت پوری کردے یا کچھ تحفے دے تو جزاک اللہ یا شکریہ، کھانے پینے پر بلایا جائے اور اگر کھانے کی خواہش نہ ہو تو بارک اللہ کہنا، کسی کے ساتھ زیادتی ہوجائے تو عفو ودرگزر چاہنا، محمد ﷺ کا نام آنے پر درود پڑھنا، اسی طرح اسلام نے اٹھنے بیٹھنے، جاگنے سونے کے جو آداب اور اس وقت کے لیے جو ماثورہ دعائیں بتائیں ہیں ان کے اہتمام کی ترغیب دی جائے۔محمد ﷺ کی رسالت اور ان کی اہمیت بتائی جائے اور ان سے محبت کرنا سکھایا جائے۔اللہ اور آخرت پر یقین اور جوابدہی کا احساس دلایا جائے۔

آج کی نئی تہذیب جو مادہ پرستی، عیش پرستی وعیش کوشی، آزادروی اور دکھاوے پر مشتمل ہے ہر قوم اور ہر جماعت کو اپنی فکر کا غلام بنا چکی ہے۔نئی نسل کو بتایا جائے کہ مادہ پرستی وعیش پرستی، آزادروی اور دکھاوے کے نقصانات کیا ہیں۔ان سے کیسے بچا جائے اور اس سلسلے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، اسلام نے آپس میں ایک دوسرے پر جو حقوق متعین کئے ہیں ان کے فوائد کیا ہیں، ان کی ادائیگی سے سماج میں کونسی خوبیاں پیدا ہوں گی اور آپسی رشتوں کی استواری کے میں ان کی اہمیت کیا ہے، ان سے آشنا کرایا جائے۔

عام طور پر چھوٹی عمر میں کپڑوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے۔بچوں کو عجیب انداز کے کپڑے دیئے جاتے ہیں جن سے ستر پوشی تو کم ہوتی ہے لیکن عریانیت میں نکھار آجاتا ہے۔لڑکیوں کو لڑکوں کے لباس پہنا دئے جاتے ہیں۔یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی کم عمر ہے۔حالانکہ اسی وقت سے ان کے ذہنوں پر اس کے اثرات مرتسم ہونے لگتے ہیں جن کا اثر بلوغت کے بعد بھی رہ جاتا ہے۔تنگ اور پتلے کپڑے عام ہوتے جارہے ہیں۔اس پر کنٹرول کی ضرورت ہے۔

☆ نئی ٹکنالوجی کے شر سے بچنے کے لیے موبائل اور انٹرنیٹ وغیرہ کے استعمال پر کنٹرول رکھا جائے۔کوشش کی جائے کہ چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں موبائل نہ دیئے جائیں۔بچے اگر کسی ساتھی یا عزیز سے موبائل پر گفتگو کریں تو انہیں تنہائی میں نہ چھوڑا جائے۔حیرت یہ ہے کہ لڑکیاں گھروں میں گھنٹوں موبائل پر بات کرتی رہتی ہیں اور والدین کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔لڑکے یا لڑکیوں کو گھر سے باہر موبائل رکھنے کی اجازت بالکل نہیں دی جائے۔حالانکہ موبائل ایک ضرورت تھی جس سے گفتگو اور ترسیل کی سہولت حاصل ہونی چاہیے لیکن ملٹی میڈیا موبائل کے ذریعہ اس کے مثبت استعمال کی بجائے منفی استعمال عام ہے۔نئی نسل کے لڑکے اور لڑکیاں موبائل کا بڑا استعمال گانا سننے اور فلموں کے دیکھنے لیے ہی کررہے ہیں۔فلموں کے اثرات یہ ہیں کہ نئی نسل کے بچے اداکار اور اداکاراؤں کو اپنا Model Person مانتے ہیں۔بہتر ہوگا کہ گھروں میں ملٹی میڈیا موبائل نہ رکھے جائیں۔تجارتی اغراض سے اگر رکھے بھی جائیں تو بچوں کے ہاتھوں سے ان کو بچایا جائے۔انٹرنیٹ کا استعمال بچوں کو نہ کرنے دیا جائے، اگر ضروری ہو تو ان کے سامنے گھر کا کوئی بڑا فرد موجود رہے۔کیونکہ انٹرنیٹ جہاں علم اور وسیع معلومات کا خزانہ ہے وہیں وہ مجموعۂ خباثت بھی ہے جہاں ہر قسم کی برائیاں موجود ہیں۔دیکھنے والوں کے لیے کسی قسم کی پابندی بھی نہیں ہے۔بلکہ اکثر اوقات کام کی چیزیں ڈھونڈنے میں تو وقت لگتا ہے لیکن نیم عریاں تصویریں اور ایسی علامتیں جو عریانیت اور اور فحاشی دکھانے والی ہوتی ہیں کمپیوٹر اسکرین پر آجاتی ہیں اور اس کا لنک (Link) موجود ہوتا ہے جس پر کلک کرتے ہی وہاں پہنچ جایئے۔

یہ موجودہ اخلاقی انحطاط اور اس کے سد باب کے لیے کیے جانے والے اقدامات کے چند اشارے ہیں۔مسلمانوں کی تہذیب کو مسخ کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر کوششیں ہورہی ہیں۔اگر اس طرح کے اقدامات سے گریز کیا گیا تو ہندستان میں اسلام کا مستقبل زوال آشنا ہوتا چلا جائے گا۔

urdu.indd 11 3/24/11 1:28 PM

محمد خالد اعظمی (کویت)
taleem95@hotmail.com

جنوبی ہند کی عظیم الشان درسگاہ جامعہ دار السلام عمر آباد کے سکریٹری

مولانا کا کا سعید احمد عمری حفظہ اللہ سے ایک ملاقات

جنوبی ہند کی عظیم درسگاہ جامعہ دارالسلام عمر آباد کے سکریٹری جناب مولانا کا کا سعید احمد عمری سے راقم سطور کی ملاقات کویت میں ہوئی اور ہوتی رہتی ہے، ان کی شخصیت بڑی پیاری ہے، طبیعت مرنجان مرنج پائی ہے، خاکساری ان کے چہرے سے ٹپکتی ہے۔ ''میں تو ایک ادنی سا شخص ہوں، جو کچھ ادارے کے لیے بن پڑتا ہے کر دیتا ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالی سے اجر کی امید رکھتا ہوں'' اس طرح کے الفاظ ہمیشہ ان کی زبان پر رہتے ہیں۔ وہ ایک علمی اور متمول خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، ان کی دعوتی اور تربیتی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے، ان کی کویت تشریف آوری کی مناسبت سے ایک مجلس میں ان سے کی گئی گفتگو کا خلاصہ ہم قارئین ماہنامہ مصباح کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

سوال: محترم آپ کی پیدائش کب اور کہاں ہوئی؟۔

جواب: میری پیدائش سن 1936ء عمر آباد میں ہوئی، جو میرا آبائی وطن ہے۔

سوال: کیا آپ اپنے خاندان کے متعلق بتائیں گے؟

جواب: میں جس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اسے 'کا کا' کے نام سے جانا جاتا ہے اور 'کا کا' خاندان کا آبائی پیشہ تجارت ہے، چمڑے کی تجارت میں ہمارے خاندان نے کافی نام کمایا ہے، میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس رب ذوالجلال نے ہمیں حلال تجارت کے لیے منتخب کیا ہے۔ ہمارا خاندان زمانہ دراز سے چمڑے کی تجارت سے منسلک ہے، جنوبی ہند کے مشہور شہر مدراس میں ہمارے کارخانے ہیں اور ہم اپنے کارخانے کی بنی ہوئی اشیاء بیرون ملک یورپ، امریکا، اور دیگر ممالک میں اکسپورٹ کرتے ہیں۔

سوال: 'تجارت پیشہ' ہونے کے باوجود آپ کے خاندان کا دین کی طرف میلان رہا، اس کی وجہ کیا ہے؟

جواب: ہمارا خاندان غزنوی خاندان سے متاثر ہوا ہے جس کی وجہ سے پورا خاندان دینی مزاج رکھتا ہے۔ الحمدللہ ہمارا پورا خاندان دینی مزاج، دینی خیالات اور دینی فکر کا حامل ہے۔

سوال: جامعہ قائم کرنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟

جواب: بانی جامعہ دارالسلام کا کا محمد عمر رحمہ اللہ اپنی تجارت کی غرض سے بھوپال، دہلی اور امرتسر جایا کرتے تھے، دوران سفر انکی ملاقات غزنوی خاندان سے ہوگئی جن میں شیخ عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے علاوہ محدث کبیر سید نذیر حسین دہلویؒ، اور شیخ محمد بشیر شہسوانیؒ وغیرہم ہیں۔ اللہ تعالی ان مشائخ کی قبروں کو نور سے بھر دے، آمین۔ ان سب سے کافی متاثر تھے۔ ان کے مواعظ سے کافی استفادہ کیا، اسی سے متاثر ہوکر ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ایک معتدل قسم کا ادارہ قائم کیا جائے، اس سوچ نے ان کی زندگی کی کایا ہی پلٹ دی، لہذا مدرسہ کے ساتھ ساتھ ایک نئے ماحول کی تشکیل کے لیے ایک گاؤں اپنے نام سے بسایا، اور آنے والوں کو اپنی زمینیں عنایت فرمائیں۔

اگر آپ ماضی کے جھروکوں میں دیکھیں تو کہنے کو تو یہ بہت پرانی بات ہے لیکن اس پھل دار درخت کا پھل ایسا ہے کہ جیسے یہ کل ہی کی بات ہے، 1343ھ بمطابق 1924ء کا واقعہ ہے صوبہ ٹامل ناڈو کے ضلع نارتھ ارکاٹ میں کئی ایکڑ زمینیں خریدیں، اسے آباد کیا، اپنے نام سے اس کا نام 'عمر آباد' رکھا اور وہیں 'جامعۃ دار السلام لارشاد الناس' کے نام سے ایک علمی اور دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔

سوال: بانی جامعہ کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے؟

جواب: بانی جامعہ مسلکاً اہلحدیث تھے، لیکن معتدل مزاج تھے۔

سوال: مؤسس و بانی جامعہ دارالسلام کا کا محمد عمر صاحب کتنے دنوں تک ادارہ کی نظامت کرتے رہے؟



جواب: کا کا محمد عمر صرف تین چار سالوں تک ہی اس کی نظامت کر سکے، اس کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔

سوال: آپ اپنی تعلیم کے متعلق بتائیں گے۔

جواب: میری ابتدائی تعلیم سے لیکر اعلی تعلیم تک جامعہ دارالسلام عمر آباد میں ہوئی۔ اور 1956ء میں فراغت ہوئی۔

سوال: کتنے سالوں سے جامعہ کے سکریٹری ہیں؟

جواب: میں تقریباً بیس سالوں سے جامعہ دارالسلام کا سکریٹری ہوں اور اس کی خدمات انجام دے رہا ہوں۔

سوال: کیا جامعہ کے لیے وقف کا بھی انتظام ہے؟۔

جواب: جامعہ کے لیے وقف کا بہت ہی اچھا نظم ہے۔ اس کی شروعات ہمارے دادا ہی کے زمانے سے ہوئی تھی اور اب تک اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ کا کا محمد عمر صاحب نے جامعہ قائم کرنے کے بعد باغ، عمارتیں اور دیگر چیزیں وقف کر دیں تھیں۔ اب مزید اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سوال: کیا جامعہ کی نظامت آپ ہی کے خاندان میں ہے؟

جواب: جی ہاں! ہمارا ہی خاندان اس ادارہ کی نظامت اب تک سنبھالے ہوئے ہے، اگر مستقبل میں کوئی ہم سے بہتر ملے گا تو ہم اس کے حوالے کر دیں گے۔

میرے خیال میں ہمارا خاندان بہت ہی اچھے طریقے سے جامعہ کی نظامت کر رہا ہے، اور جامعہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ اللہ تعالی نے اس ادارہ کی قسمت میں کامیابی و کامرانی لکھ دی ہے، اس طرح یہ ادارہ اول دن ہی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہا ہے اور آج پورے ہندوستان بالخصوص جنوب ہند میں اپنا ایک مقام بنا چکا ہے

سوال: جامعہ دارالسلام عمر آباد کے قیام کا مقصد؟

جواب: جامعہ کے قیام کے دوران ہی مؤسس کے

صوبہ ٹامل ناڈو کے ضلع نارتھ ارکاٹ میں کئی ایکڑ زمینیں خریدیں، اسے آباد کیا، اپنے نام سے اس کا نام عمر آباد رکھا اور وہیں 'جامعہ دارالسلام' کے نام سے ایک علمی اور دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔

urdu.indd 12 3/24/11 1:28 PM

ذہن میں یہ بات تھی کہ وقت کی اہم ضرورت قوم مسلم کا اتحاد واتفاق ہے لہذا وقت کے عظیم علمائے کرام اور دانشورانِ ملت سے جامعہ کے نصاب سے متعلق مشورہ کیا اور ایک ایسا جامع نصاب تعلیم تیار کیا، جس میں مسلکی اختلافات کو نظر انداز کیا گیا، جس کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک ہی چھت کے نیچے مختلف فقہی مسالک سے تعلق رکھنے والے اساتذہ اور طلباء جمع ہو گئے۔

سوال: طلبۂ جامعہ میں اعتدال پیدا ہونے کی وجہ؟

جواب: ہمارے یہاں طلباء کے درمیان جو اعتدال ہے اس میں دراصل جامعہ کے نصاب تعلیم اور اساتذہ کرام کا بہت بڑا کردار ہے۔ ساتھ ہی جامعہ کے سالانہ اجلاس میں ہر مسلک ومشرب کے علماء وقائدین کو مدعو کیا جاتا ہے اور وہ شریک بھی ہوتے ہیں۔

سوال: قوم کو متحد کرنے میں جامعہ کا کیا کردار رہا ہے؟

جواب: آپسی اختلافات محض اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہم کسی کو برداشت نہیں کرتے لیکن ہمارے یہاں لوگ ایک دوسرے کی باتیں سنتے ہیں، مسائل کو حل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ اعتدال پیدا ہوا ہے۔

سوال: جامعہ میں بہتری کب سے زیادہ آئی ہے؟

جواب: 1977ء میں جامعہ کا گولڈن جبلی منایا گیا، جس میں ملک وبیرون ملک کی مشہور شخصیات نے شرکت کی، اس مناسبت سے ایک عظیم منصوبہ تیار کیا گیا۔ جس کے بعد جامعہ کی مقبولیت میں چار چاند لگ گئے، اسی کے بعد جامعہ کے مختلف شعبہ جات کھلے۔

سوال: کیا جامعہ کو مخالفتوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔؟

جواب: جی ہاں! جامعہ کو بہت ساری مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور پڑ رہا ہے مثلاً: بیشمار سادہ لوح افراد یا ادارے جامعہ کو اہلحدیث کا ادارہ کہہ کر اس کے خلاف بیان بازیاں کرتے ہیں تو دوسرے لوگ اسے جماعت اسلامی کا ادارہ کہہ کر مطعون کرتے ہیں جبکہ تیسرے لوگ اس ادارے کو 'کسی بھی مسلک کا ترجمان نہیں ہے' کا الزام لگا کر اس کی سرگرمیاں کم کرنے کی کوشش میں ہیں۔

سوال: آپ مختلف مسالک ومشارب کے لوگوں کی مخالفتوں کا مقابلہ کیسے کرتے ہیں؟

جواب: ذمہ داران جامعہ اور اساتذۂ جامعہ سب کی منفی باتیں سنتے ہیں، اور کوشش کرتے ہیں کہ معاملہ کا حل اچھی طرح نکل جائے، بصورت دیگر ہمارے فارغین ہی ان کی

آپسی اختلافات محض اس وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ہم کسی کو برداشت نہیں کرتے

غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوال: جنوب ہند میں دعوت کا اچھا خاصا کام ہو رہا ہے ایسا کیسے ہو سکا ہے؟

جواب: اس کی بھی تاریخ ہے، اگر آپ ماضی کا مطالعہ کریں تو مدراس کے علاقہ میں قبولِ اسلام کا سلسلہ 1935ء سے شروع ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ اسلام کی حقانیت تھی نہ کہ لوگوں کی کوششیں۔ اس وقت جن لوگوں نے اسلام قبول کیا ان کی تربیت کے لیے مختلف لوگوں نے اپنے اپنے طریقہ سے مقامی سطح پر کام کرنا شروع کر دیا۔ ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد قبول اسلام میں اضافہ ہونے لگا ایک اندازہ کے مطابق 1990ء تک پچاس ہزار افراد اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ کام خاموشی سے ہو رہا تھا لیکن بعض افراد نے اس کی تشہیر کر دی جس کا غلط اثر پڑا۔ جنوبی ہند میں جن لوگوں کو اسلام قبول کرنا ہوتا تو لوگ مقامی جامع مسجد میں جاتے اور امام کے سامنے مشرف بہ اسلام ہوتے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا لیکن تشہیر ہونے کے بعد کافی رکاوٹیں پیدا ہونے لگیں۔

سوال: آزادی سے قبل غیر مسلموں میں کام کرنے کا چلن تھا؟

جواب: جی ہاں! آزادی سے پہلے کیرالا میں چند ادارے ایسے تھے جو غیر مسلموں میں دعوت دین کا کام کرتے تھے۔

سوال: کیا جامعہ دارالسلام عمرآباد میں نومسلموں کی تربیت کا بھی بندوبست ہے؟

جواب: جی ہاں۔ ہمارے جامعہ میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لیے ایک ادارہ قائم کیا گیا ہے، شروع میں یہ کورس دو سال کا تھا لیکن حالات کے تقاضے اور لوگوں کی مشغولیت کے مدنظر اس کی مدت کم کر دی گئی ہے۔ حقیقت میں یہ تعلیمی وتربیتی کورس ہے۔ دوران کورس طلباء قرب وجوار کے علاقوں کی مساجد میں خطبہ بھی دیتے ہیں اور کورس ختم کرنے کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں بحیثیت داعی کام کرتے ہیں۔

سوال: غیر مسلموں میں دعوت کا کام کیسے کیا جائے؟ کیا جامعہ میں اس طرح کا کوئی کورس بھی ہے؟

جواب: ہاں! جامعہ میں غیر مسلموں میں کام کرنے کے لیے ٹریننگ کورس کا ایک خاص شعبہ ہے تاکہ ملک کی بڑی آبادی کو اسلام سے متعارف کرایا جا سکے۔ یہ کورس دو سالوں پر مشتمل ہے۔ لیکن حالات کے لحاظ سے اس کورس کی مدت چھ ماہ کر دی گئی ہے۔ دوران تعلیم طلباء کو فلڈ ورک بھی کرایا جاتا ہے۔ کورس میں شامل ہونے والے افراد آدھا وقت کلاس میں اور آدھا وقت میدان میں لگاتے ہیں۔

سوال: کیا آپ سمجھتے ہیں کہ جامعہ دارالسلام کے علاوہ دیگر عربی مدارس میں بھی غیر مسلموں میں کام کرنے کے لیے دعوتی کورسیز کا اہتمام ہونا چاہیے؟

جواب: ہمارا ادارہ پوری کوشش میں ہے کہ دعوتی جذبہ عام ہو، اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت بہت سارے عربی مدارس میں دعوتی کام کرنے کا جذبہ بیدار ہو رہا ہے۔

سوال: آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے مدارس سے دعوتی کام کرنے کا جذبہ مفقود ہوتا جا رہا ہے؟

جواب: حقیقت یہ ہے کہ ہماری اکثریت کے اندر غیر مسلموں میں دعوت کا شعور اب تک پیدا نہ ہو سکا ہے۔ دعوت کا موضوع ہمارے مدارس کے طرز تعلیم میں بحیثیت ایک سبجکٹ شامل رہنا چاہیے تاکہ طلبہ میں برادران وطن میں دعوت اور اصلاح امت کا جذبہ پیدا ہو۔

سوال: داعیان دین کے لیے کوئی پیغام؟

جواب: علمائے کرام وارثین انبیاء ہیں۔ دعوت وتبلیغ، انبیاء کا مشن اور علمائے کرام کی عظیم ذمہ داری ہے۔ اصلاح وتزکیہ اور تعمیر سیرت دعوت کا پہلا زینہ ہے۔ اور یہ وہ کام ہے جس کی ضرورت کبار صحابہ کرامؓ تک محسوس کرتے تھے۔ اصلاح نفس، فکر آخرت اور خود احتسابی کا جذبہ جب تک ہمارے اندر پیدا نہ ہوگا اس وقت تک ہم اپنے فرض منصبی کے امین اور نگہبان نہیں ہو سکتے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کے ہنگاموں سے دور ہو کر اپنے گناہوں پر نادم ہوں، خود کو نار جہنم سے بچائیں اور جنت میں داخل ہونے کی تمام تدابیر پر غور وخوض کریں، رضائے الٰہی کے حصول اور زندگی کو بامقصد بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

سوال: بیرون ملک رہنے والوں کے لیے کوئی پیغام؟۔

جواب: میں بالخصوص اپنے ادارے کے فارغین اور بالعموم تمام لوگوں سے یہی کہوں گا کہ یہاں ان کو فارغ البالی حاصل ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ شکر کے جذبہ سے لبریز ہوں اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں اپنی زندگی گزاریں۔

urdu.indd 13 3/24/11 1:28 PM

از: عبدالجلیل منشی (کویت)
ajmunshi@yahoo.com

اپریل فول اور امت مسلمہ

اپریل فول منانے کی روایت کو بدقسمتی سے اغیار کی اندھی تقلید میں مسلمانوں نے بھی اپنا لیا ہے، اور ہر سال نہایت ہی جوش وخروش کے ساتھ مناتے ہیں اور پھر اپنی کامیابیوں پر فخر کرتے ہوئے اور اپنے شکار کی بے بسی کو یاد کر کے اپنی محفلوں کو گرماتے رہتے ہیں۔

آج اپریل فول کا یہ فتنہ امت مسلمہ کی نوجوان نسل کے اخلاق کی پامالی کا سبب بن رہا ہے جسے وہ یہود و نصاریٰ کی پیروی کرتے ہوئے جھوٹ بول کر اپنے احباب واقرباء کو بے وقوف بنانے کے لیے مناتے ہیں۔

اپریل فول کی ابتداء کہاں سے ہوئی اور اسکی تاریخ کیا ہے اسکا اندازہ ذیل کی چند حکایتوں سے ہوسکتا ہے، گو کہ ان قصص کی کہیں سے تصدیق نہیں ہوسکی مگر ہمیں یہ اندازہ ہوجائیگا کہ بحیثیت مسلمان ہم کہاں کھڑے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی حکایت مبنی برحقیقت ہے یا حقیقت سے کسی قدر قریب بھی ہے تب بھی اپریل فول منانا گویا خود کو طمانچہ رسید کرنے کے مترادف ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قدیم تہذیبوں کے زمانے میں جن میں ہندومت اور قدیم رومن تہذیب شامل ہے، نئے سال کا آغاز یکم اپریل یا اسکے قرب وجوار کی تاریخوں میں منایا جاتا تھا، 1582ء میں پوپ جورج ہشتم نے پرانے جولین کیلنڈر کی جگہ یک نئے جورجین کیلنڈر کے اجراء کا حکم دیا جس کی رو سے نئے سال کا آغاز یکم اپریل کی جگہ یکم جنوری سے ہونا قرار پایا۔ اس سال فرانس نے نیا جورجین کیلنڈر اختیار کرتے ہوئے نئے سال کا آغاز یکم جنوری سے کیا۔ متضاد روایات کے مطابق یا تو ایک کثیر تعداد میں عوام الناس نے اس نئے کیلنڈر کو مسترد کر دیا یا بروایت دیگر اس نئے کیلنڈر کی تبدیلی کی اطلاع بروقت دور دراز کے علاقے کے لوگوں تک نہ پہنچ سکی جس کی بناء پر وہ نیا سال پرانے کیلنڈر کے مطابق ہی یعنی یکم اپریل کو مناتے رہے۔ اس موقع پر جدت پسندوں نے قدامت پسندوں کا مذاق اڑانے کے لیے یکم اپریل کو انہیں بے وقوف بنانے اور جھوٹی باتوں پر انکا یقین پختہ کرنے کے لیے انہیں جھوٹے پیغامات اور نئے سال کی ایسی تقریبات کے دعوت نامے بھیجنا شروع کر دیے جنہیں سرے سے منعقد ہونا ہی نہیں تھا۔ اسطرح یہ رسم سارے یورپ میں یکم اپریل کو جھوٹ بول کر لوگوں کو بیوقوف بنانے کے حوالے سے پھیل گئی۔

اس سلسلے کا ایک دوسرا واقعہ مسلمانوں کے دورِ اسپین سے متعلق ہے اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اسپین میں تقریباً آٹھ سو سال تک حکومت کی، اس دوران عیسائیوں نے مسلمانوں کو شکست سے دوچار کرنے اور اسلام کی جڑوں کو اسپین سے اکھاڑ پھینکنے کی بیشمار کوششیں کیں مگر اپنی کسی بھی کوشش میں ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی، انہوں نے اپنی پے درپے ناکامیوں اور مسلمانوں کی طاقت اور قوت کا اسباب جاننے کے لیے اسپین میں اپنے جاسوسوں کو بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کے ناقابل شکست ہونے کا راز پاسکیں، انہوں نے اپنے آقاؤں کو یہ رپورٹ دی کہ چونکہ مسلمانوں میں تقوی موجود ہے اور وہ قرآن اور سنت کی مکمل اتباع کرتے ہیں اور حرام اور منکرات سے بچتے ہیں اس لیے وہ ناقابل شکست ہیں۔ جب انہوں نے مسلمانوں کی طاقت کا راز پالیا تو اپنی ساری ذہنی قوت اس بات پر خرچ کر دی کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کو انکی اس روحانی طاقت سے محروم کر دیا جائے، اس کے لیے انہوں نے یہ حکمتِ عملی وضع کی کہ شراب اور سگریٹ کی مفت ترسیل اسپین کو شروع کر دی، انکی یہ ترکیب کامیاب رہی اور ان اشیاء کے استعمال کی وجہ سے مسلمانوں میں اخلاقی کمزوریاں نمایاں ہونے لگیں خصوصاً مسلمانوں کی نوجوان نسل اس سازش کا سب سے زیادہ شکار ہوئی، مسلمان اخلاقی تنزلی کا شکار ہوکر کمزور پڑ گئے اور عیسائیوں کو انکے دیرینہ خواب کی تعبیر مسلمانوں کی اسپین سے بے دخلی کی صورت میں مل گئی، اسپین میں مسلمانوں کی طاقت کے آخری سرچشمے یعنی غرناطہ کا عیسائی افواج کے ہاتھوں زوال یکم اپریل کو ہوا اس لیے وہ اس دن کو اسپین کو مسلمانوں سے آزادی کا دن قرار دیتے ہیں اور چونکہ انکے خیال میں مسلمانوں کو شکست انکی چالاکی اور دھوکہ دہی کے نتیجے میں ہوئی تھی اس لیے وہ یکم اپریل کو فول ڈے کے طور پر مناتے ہیں۔

اپریل فول کا جھوٹ اور مذاق بیشمار لوگوں کی زندگیوں میں طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ اپریل فول کا شکار ہونے والے کئی لوگ ان واقعات کے نتیجے میں شدید صدمے میں مبتلا ہوکر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، کئی مستقل معذوری کا شکار ہوکر ہمیشہ کے لیے گھر کی چہار دیواری تک محدود ہوجاتے ہیں، کتنے گھروں میں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور کتنے خوش وخرم جوڑے مستقلاً ایک دوسرے سے متعلق شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں اور مذاق کرنے والے ان سارے ناقابل تلافی صدمات اور نقصانات کا کسی طور پر بھی کفارہ ادا نہیں کرسکتے۔

مسلمانوں کے لیے ان غیر شرعی اور غیر اسلامی رسوم و رواج کو منانے کے حوالے سے یہ بات یقیناً سخت تشویشناک ہونی چاہیے کہ یہ غیر اسلامی ہیں اور اسلام کی عظیم تعلیمات اور اخلاقی اقدار کے منافی ہیں۔

جھوٹ نفاق کی نشانی ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولے یا خاموش رہے، مزید براں اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص پر خصوصی طور پر لعنت فرمائی ہے جو جھوٹ بول کر لوگوں کو ہنساتا ہے۔ آج کل لوگ مزاح کے نام پر انتہائی جھوٹ گھڑتے ہیں اور لوگوں کو جھوٹے لطائف سنا کر ہنساتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ان اقوال مبارکہ کی روشنی میں اپریل فول جیسی باطل رسوم وروایات کو اپنانے اور ان کا حصہ بن کر لمحاتی مسرت حاصل کرنے والے مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ ایسا کر کے وہ غیر مسلم مغربی معاشرے کے اس دعوے کی تصدیق کرتے ہیں جس کی رو سے لوگوں کو ہنسانے، گدگدانے اور انکی تفریح طبع کا سامان فراہم کرنے کے لیے جھوٹ بولنا انکے نزدیک جائز ہے جبکہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جھوٹ کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دینا اور انہیں تفریح فراہم کرنا اور ہنسانا سخت موجبِ گناہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کے لیے اپریل فول یا اس سے مشابہت رکھنے والے کسی بھی غیر اسلامی اور غیر شرعی تہوار اور مشرکانہ رسوم کا منانا ناجائز اور حرام ہے اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحیح اسلامی تعلیمات پر چلنے اور اسلامی شعائر کی پاسداری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

urdu.indd 14 3/24/11 1:28 PM

ناشکری کی سزا

اللہ کی شکر گذاری کرنے والے اللہ کی بعض نعمتوں کی شکر گذاری کرتے ہیں اور بعض کی ناشکری۔ شکر گزاری کرتے بھی ہیں تو خاص خاص حالات میں، انہیں کے بارے میں اللہ نے اپنی متعدد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

ترجمہ: ''کہہ دیجئے کہ وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت ہی کم شکر گزاری کرتے ہو''۔ ﴿الملک 23﴾

منعم حقیقی کی شکر گذاری بندوں پر واجب ہے اور جو اس کے حق میں کوتاہی کرے گا، وہ کئی وجوہات سے سزا کا مستحق ہوگا۔ ان میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

1۔ نقص ایمان:

شکر نعمت نصف ایمان ہے، ناشکری کی وجہ سے خود بخود ایمان میں کمی آتی ہے اور کمال ایمان کے درجہ سے محرومی بھی لازم آتی ہے۔ اس لیے کہ شکرِ نعمت اور کفرانِ نعمت دو متضاد چیزیں ہیں، جو ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جب سلیمانؑ کو بہت ساری نعمتوں سے نوازا تو حضرت سلیمانؑ ان کا اعتراف کرتے ہوئے علی الاعلان شکر بجالائے۔

ترجمہ: ''یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری''۔ ﴿نمل 40﴾

2۔ زوالِ نعمت اور عذاب الٰہی کا نزول

کبھی ناشکری کا انجام دنیا میں ہی دکھایا جاتا ہے اور کبھی آخرت میں، ناشکری کی سزا بہر حال ملتی ہے۔ کتنی بستیاں آباد تھیں اور مختلف نعمتوں میں پل رہی تھیں لیکن وہاں کے باشندوں نے جب ناشکری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے نعمتوں کو چھین لیا اور وہ خانماں برباد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کی ایک بستی کی مثال بیان فرمائی ہے:

''اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا (ناشکری کی) تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا''۔ ﴿النحل 112﴾

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ کی جب ناشکری کی جاتی ہے تو نعمت کو عذاب سے بدل دیا جاتا ہے'' (الدر المنثور 1/279)

اللہ کی بے شمار نعمتیں ایسی ہیں جیسے امن وسکون، راحت، خوش حالی، صحت وسلامتی، آل واولاد، اعضاء و جوارح کی سلامتی اور فرصت کے اوقات وغیرہ؛ جب ان نعمتوں کا حق ادا نہ کیا جائے، زبان سے، دل سے اور اعضاء و جوارح سے تو ان نعمتوں کا زوال لازم آتا ہے (العیاذ باللہ- اللہ کی پناہ) اور شکر گذاری سے ہی نعمتیں ہمیشہ باقی رہتی ہیں نہ کہ ناشکری سے۔

3۔ نعمتوں کی بقاء اور زوال برکت

نعمتوں کے ساتھ بے برکتی بھی ایک طرح کا عذاب ہے یا سزا ہے، جیسا کہ ہم روز مرہ کی زندگی میں اس کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ قاعدہ ہے **الجزاء من جنس العمل**۔ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی''۔ لہٰذا ہمیشہ یہ دعا زبان پر ہونی چاہیے:

ترجمہ: ''اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے''۔ ﴿النمل-19﴾

نعمتِ خداوندی پر شکر الٰہی کے اسباب

ذیل میں بعض اسباب وذرائع بیان کیے جارہے ہیں جو شکر الٰہی کے مظہر ہیں، یہ چند مثالیں ہیں، بالکلیہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ لہٰذا بعض اہم ذرائع کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے:

1۔ نعمتوں پر شکر الٰہی کی تجدید:

حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے رب العالمین سے مخاطب ہوکر فرمایا: میں تیرا شکر کیسے بجالاؤں؟ تیری شکر گذاری خود بھی ایک مستقل نعمت ہے جو تیرے فضل وکرم سے ہے تو اللہ نے فرمایا اَلآنَ شَکَرْتَنِی یَا دَاوُدُ ترجمہ: ''اب تم نے میرا شکر ادا کردیا، اے داؤد''۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ابراہیم کی آیت 34)

2۔ اس بات پر ایمان و یقین کہ اللہ تعالیٰ ہی انعام و اکرام کرنے والا ہے:

اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے اور وہی قابل شکر اور قابل تعریف ہے۔ لہٰذا اس کی بندگی کے ساتھ تعریف و توصیف اور شکر بھی اُسی کے لیے سزاوار ہے۔

3۔ الحمد للہ کہنا:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ بندہ لقمہ کھائے، پھر اس کی اس نعمت پر شکر بجالائے اور پانی پیئے، پھر اس پر اس کی تعریف بیان کرے''۔ (مسلم)

حضرت سلمان فارسی ؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب لباس پہنتے یا کھانا کھاتے یا کوئی مشروب پیتے تو فوراً الحمد للہ کہتے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب عبد شکور رکھا گیا، یعنی شکر گذار بندہ۔ (الدر المنثور 5/236-237)

4۔ علم شرعی سے آراستہ ہونا:

شکر الٰہی کے لیے شرعی علوم سے آراستہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ جہالت سے کفران نعمت پیدا ہوتی ہے لیکن علم شرعی ایک نور ہے جو بصیرت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ نعمتوں کی قدر شناسی پیدا کرتا ہے۔

5۔ مخلوق کے ساتھ حسن سلوک:

جس طرح اللہ نے بندہ پر نعمتوں کے ذریعہ احسان کیا ہے اسی طرح شکر گذار کو چاہیے کہ وہ بھی اپنے سے کم تر لوگوں کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرے اور ان کے ساتھ غم خواری کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نعمتوں کی بارش برستی رہے گی اور بندہ اللہ کا محبوب ہوجائے گا۔

6۔ اظہار نعمت:

اللہ تعالیٰ جب بندہ پر انعام واکرام کرتا ہے تو وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی نعمتوں کے اثرات بندہ پر نظر آئیں، اس لیے نعمتوں کو چھپانا ناشکری ہے اور اس کا اظہار شکر خداوندی کا طریقہ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ پوری نعمتوں کو ظاہر کرنے کی بجائے بعض کا اظہار اور بعض کو چھپانا بھی لازم ہے، اس لیے کہ نظر برحق ہے اور حاسدوں کے حسد سے بچنے کے لیے بھی نعمتوں کو چھپانا ضروری ہے۔ عقل مند آدمی وہ ہے جو حالات کا صحیح اندازہ کرلے اور مواقع کی نزاکتوں کا پورا لحاظ رکھے۔

7۔ بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا:

اللہ کی خاطر بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی لازم ہے بشرطیکہ حکمت کا طریقہ اپنایا جائے اور اپنے سے کم تر لوگوں کی تحقیر کا جذبہ کارفرما نہ ہو۔

8۔ نیکی اور تقویٰ کے کام میں آپس میں تعاون کرنا:

ارشاد باری ہے: ترجمہ: ''نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو''۔ ﴿مائدہ 2﴾

9۔ عمل صالح کی کثرت اور حرام سے اجتناب

ارشادِ ربانی ہے۔ ترجمہ: ''کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اُسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے''۔ ﴿الرعد 11﴾

urdu.indd 15 3/24/11 1:29 PM

اسی باعث نہ قتل عاشقاں سے منع کرتے تھے!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

دنیا کی معلوماتی تاریخ میں ہمیشہ ہی انسان کی غالب اکثریت مذہب پر یقین رکھتی ہے، اسی لیے قرآن مجید نے بتایا ہے کہ اسلام اور خدا کے سامنے خود سپردگی انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے: ﴿فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (الروم:30) یہ اور بات ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہدایت سے محرومی کی بنا پر جذبۂ بندگی کا غلط استعمال کرے اور اس کا سر خالق کی بجائے مخلوق کے سامنے خم ہونے لگے، لیکن بہر حال مذہب سے وابستگی انسانی فطرت میں ودیعت ہے۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مذہب اور اپنے مذہبی پیشوا سے وابستگی کا مسئلہ انسان کے لیے شاید سب سے زیادہ جذباتی اور حساس مسئلہ ہوتا ہے، جاں نثاری و فداکاری اور قربانی کی جو مثالیں مذہب کی نسبت سے ملیں گی، شاید ہی کہیں اور مل پائے، اس راہ میں کتنے ہی لوگوں نے آگ پر چلنا، شعلوں میں جلنا، سمندر میں غرقاب ہونا اور زندہ پیوند خاک کیا جانا تو قبول کیا ہے، لیکن اپنے فکر و عقیدہ سے انحراف کسی طور پر گوارا نہیں کیا، اس لیے ہر عہد میں عدل و انصاف کی راہ چلنے والوں نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب پر چلتے ہوئے دوسرے مذاہب کے متبعین کے جذبات کا پاس رکھنا ضروری ہے اور یہ تو درست ہے کہ آدمی کسی فکر اور عقیدہ پر سنجیدہ علمی تنقید کرے، لیکن کسی مذہب اور مذہبی پیشوا کے ساتھ تنقیص و تمسخر اور سب و شتم کرنا کوئی بھی مذہب اور قانون روا نہیں رکھ سکتا۔

اسلام دین فطرت ہے، جس نے انسانی جذبات کی تکریم کا قدم قدم پر لحاظ رکھا ہے، وہ اس پہلو سے بھی ایک مکمل اور فطرت انسانی سے ہم آہنگ دین ہے، گزشتہ انبیاء کی نسبت قرآن مجید کو "مصدق" قرار دیا گیا، (البقرۃ:89) یعنی یہ کتاب گزرے ہوئے پیغمبروں کی تصدیق کرتی ہے اور دنیا کی بدنصیب قوموں نے ان برگزیدہ ہستیوں کی پاک زندگیوں پر تہمت اور بدگمانیوں کا جو غبار رکھ دیا تھا، یہ کتاب انہیں صاف کرتی ہے، بائبل نے حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت یعقوب کے صاحبزادے یہودا، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت یوسف اور حضرت مسیح و عزیر علیہم السلام پر ناشائستہ الزامات لگائے ہیں، قرآن اور حامل قرآن نے حضرات انبیاء کی پاکیزہ زندگیوں پر چڑھائی گئی بدگمانی اور تہمت اندازی کی ان دبیز چادروں کو چاک کیا اور ان کو برگزیدہ، خدا کے یہاں مقبول اور انسانوں کے لیے اسوۂ و نمونہ کی حیثیت سے پیش کیا، اسی لیے ہر مسلمان پر اپنے پیغمبر کی طرح ہر پیغمبر پر ایمان لانا اور ان کے احترام کو برقرار رکھنا واجب ہے، ایک مسلمان محمد عربی ﷺ پر کتنا بھی یقین رکھتا ہو اور شریعت اسلامی پر عمل کرنے میں کتنا ہی پابند نظر آتا ہو، اگر اس نے ایک بھی رسول کا انکار کیا یا ان کی ہتک شان کی، تو وہ مسلمان باقی نہیں رہ سکتا۔

پھر قرآن مجید نے ایک اصولی بات کہی ہے جو ہر مسلمان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ وہ اسلام سے پہلے کے تمام مذہبی پیشواؤں کا احترام کریں اور ان کے بارے میں محتاط لب و لہجہ اختیار کریں، قرآن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار انبیاء بھیجے ہیں، ہر قوم میں اپنا پیغمبر مبعوث کیا ہے (فاطر:24) اور ہر زبان میں اپنا صحیفۂ ہدایت نازل فرمایا ہے، (ابراہیم:4)

یہ عقیدہ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ مختلف اقوام جن مذہبی پیشواؤں پر ایمان رکھتی ہیں، عجب نہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں اللہ کے رسول رہے ہوں اور ان کی تعلیمات میں انسانی تحریف اور ملاوٹ نے ان کو توحید سے دور کر دیا ہو، رام جی ہوں یا کرشن جی، بودھ جی ہوں یا کنفیوشس، مسلمان ان کے بارے میں بدگوئی نہیں کر سکتے، حضرت مسیح اور پیغمبر اسلام ﷺ کے درمیان صرف پانچ سو ستر سال کا فاصلہ ہے، اس کے باوجود بائبل (عہد جدید) میں کیا کچھ تحریف نہیں ہوئی، خود عیسائی علماء اور محققین کو اس کا اعتراف ہے، تو ان بزرگوں کا عہد تو اسلام سے بہت پہلے کا ہے، ان کی تعلیمات میں انحراف و تبدیلی کا پایا جانا بالکل عجیب نہیں!

یہ تو ان برگزیدہ ہستیوں کا ذکر ہے، جو مقام نبوت پر فائز ہیں یا جن کے بارے میں اس کا احتمال موجود ہے کہ وہ اپنے عہد کے پیغمبر رہے ہوں، قرآن نے تو معبودان باطل کو بھی برا بھلا کہنے سے منع فرمایا کہ اس سے انسانی جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے اور ردعمل کی نفسیات جاگ اٹھتی ہے (الانعام:108) قرآن کا مطالعہ کیجئے اور احادیث پر نظر ڈالیے! عقیدۂ توحید کا اثبات اور شرک کی تردید قرآن و حدیث کی تمام تعلیمات کا لب لباب اور خلاصہ ہے لیکن انبیاء و رسل کے احترام میں کہیں کوئی کمی نہیں، نہ مخالفین کی دل آزاری ہے اور نہ جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی زبان اور بیان۔

اسلام جو رویہ دوسرے مذاہب کی بابت اختیار کرتا ہے، چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ بھی اسی سلوک کو روا رکھا جائے، نظریاتی تنقید نے کبھی مسلمان علماء یا عوام کو مشتعل نہیں کیا، مسلمانوں نے بلند حوصلگی اور علمی بلند نگاہی کے ساتھ ان کا سامنا کیا، اسلامی تھیالوجی جو "علم کلام" کے نام سے علوم اسلامی کا ایک اہم شعبہ مانا جاتا ہے، کا موضوع ہی یہی ہے کہ اعتقادات کے بارے میں اسلام کے نقطۂ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا جائے اور اسلامی معتقدات پر کئے جانے والے شبہات کا جواب دیا جائے، خود ہندوستان میں اسلام کے خلاف ایسی کتابیں لکھی گئیں، جن کی سرحد دل آزاری اور دریدہ دہنی سے جا ملتی تھی، جیسے پنڈت دیانند سرسوتی جی کی "ستیارتھ پرکاش" لیکن مسلمانوں نے ایسی تحریروں پر بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اس کا دندان شکن اور مسکت علمی جواب دیا۔

لیکن ظاہر ہے کہ کوئی بھی مذہب اور اس مذہب کے متبعین کے لیے یہ بات گوارا نہیں ہو سکتی کہ اس کے بارے میں سب و شتم اور یاوہ گوئی کا طریقہ اختیار کیا جائے بلکہ کوئی بھی معقول قانون ایسے طرز عمل کو برداشت نہیں کر سکتا، جس سے لاکھوں انسانوں کے جذبات مجروح اور احساسات زخمی ہوں، آج منشیات کی اسمگلنگ کی سزا قتل ہے، کسی ملک کے جھنڈے کی توہین کی جائے تو یہ سخت قابل مواخذہ ہے، تو کیا مذہبی پیشواؤں کی توہین اس درجہ کا جرم بھی نہیں؟ اسی لیے اسلام میں رسولوں اور پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی سزا قتل ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس سنگین جرم کی یہی سزا منقول ہے، (فتح القدیر:6/62) حقیقت یہ ہے کہ اگر اس سے بڑی بھی کوئی سزا ہو سکتی اور ایک مجرم کو ایک سے زیادہ دفعہ قتل کیا جانا ممکن ہوتا تو ایسا شخص اس کا بھی سزاوار تھا، کیوں کہ ایک انسان کے قتل کی سزا قتل ہے، حالاں کہ اس سے ایک خاندان کے جذبات مجروح ہوتے ہیں،

urdu.indd 16 3/24/11 1:29 PM

ایک ملک سے بغاوت کی سزا قتل ہے، حالاں کہ اس سے بھی ایک محدود گروہ کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے، تو ایک ایسی شخصیت کی بے احترامی جس سے کروڑوں انسانوں کے احساسات مجروح ہوتے ہوں اس کا مجرم یقیناً اس سے بڑی سرزنش کا مستحق ہے۔

فقہاء کے یہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، فقہ کے چاروں دبستان حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ اس بابت متفق ہیں (دیکھئے: ردالمحتار:2903، المغنی:۸/339) اور علامہ ابن تیمیہؒ نے تو اس موضوع پر مستقل کتاب 'سیف اللہ المسلول علی شاتم الرسول' نام سے لکھی ہے، بلکہ بعض حنفی فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول ﷺ کے ساتھ گستاخی کرنے والے شخص کی دنیا کے احکام کے اعتبار سے توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی، چاہے آخرت میں اس کی توبہ قبول ہو جائے، اگرچہ اس رائے کو نامعتبر سمجھا گیا ہے، علامہ عبدالرشید طاہر بخاری ممتاز فقہاء میں ہیں، لکھتے ہیں: ''جس نے رسول ﷺ کو برا کہا، آپ ﷺ کی اہانت کی، آپ ﷺ کے دین، آپ ﷺ کی شخصیت یا آپ ﷺ کے اوصاف کی نسبت سے بدگوئی کی، تو چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی، عیسائی ہو مشرک، مسلم

اسلام میں رسولوں اور پیغمبروں کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی سزا قتل ہے.....فقہاء کے ہاں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، فقہ کے چاروں دبستان حنفیہ، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ اس بابت متفق ہیں۔

ملک کا باشندہ ہو یا دارالحرب کا، اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔'' (خلاصۃ الفتاوی:۴/۳۸۶)

شاید یہ اس لیے کہ اگر اس معاملہ میں ایسی سختی کو روا نہ رکھا جائے تو اندیشہ ہے کہ بدقماش اور بددہن قسم کے لوگوں کو موقع مل جائے کہ وہ بدگوئی کریں اور پھر سزا سے بچنے کے لیے اپنے تائب ہونے کا اظہار کریں۔ اس طرح حضرات انبیاء کرام، جو انسانیت کے لیے چراغ راہ اور خضر طریق تھے، کی حیات طیبہ بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گی۔

یہ بھی ایک طرفہ تماشہ ہے کہ امریکہ و برطانیہ میں عیسائیت اور حضرت مسیح کی اہانت قابل سرزنش جرم ہو تو یہ غیر منصفانہ نہیں، یورپ میں اگر کوئی شخص یہودیوں کے ہولوکاسٹ کے واقع ہونے کی تاریخی حقائق کی روشنی میں تردید کرے تو یہ قابل سرزنش جرم ٹھہرے اور اس پر تحقیق کی اجازت بھی نہ ہو، مصر و الجزائر میں مغرب نواز حکومتیں کسی معقول سبب کے بغیر سیکڑوں علماء کو آئے دن پھانسی دیتی رہیں، تو مغرب کے کانوں پر جوں نہ رینگے، بوسنیا میں انسانوں کو اتنی بے دردی سے ذبح کیا جائے کہ لوگ سانپ اور درندہ جانوروں کے ساتھ بھی شاید ایسا رویہ نہیں برتتے ہوں، تو اس ''عیسائی دہشت گردی'' پر زبانی جمع خرچ سے آگے کوئی قدم نہ اٹھایا جائے، اسرائیل میں جبراً عربوں سے ان کا مکان خالی کرالیا جائے اور عین مسجد میں مسلمانوں کا قتل عام ہو تو مغربی اقوام کو خواب خرگوش سے فرصت نہ ہو لیکن کروڑوں انسانوں کے جذبات کو مجروح کرنے والے ایک مجرم کے حق میں انسانیت اور تہذیب کے نام نہاد علمبردار ایک زبان ہو کر کھڑے ہو جائیں، افسوس کہ مغرب نے اپنے جسم سے حیا کا لباس تو اتار ہی پھینکا تھا، انصاف و غیر جانبداری کا جو مصنوعی غازہ اپنے چہرہ پل مل رکھا ہے، یہ بھی معمولی واقعات ہی سے اتر جاتا ہے اور اندر کا مکروہ چہرہ دیکھنے میں ذرا مشکل پیش نہیں آتی۔





الأمين لخدمات العمرة

الأمين حج وعمرہ قافلہ

ہم آپ کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر ہیں

نہایت کم قیمت پر حج وعمرہ کی سہولت دستیاب ہے

ہماری سہولتیں

☆ 50 سیٹوں کی ایئر کنڈیشن مرسیڈیس بس

☆ تجربہ کار اور حج وعمرہ کی مکمل واقفیت رکھنے والے معلمین کا اشراف۔

ہمارے پاس D.H.L کوریئر سروس اور فاکس کی سہولت بھی دستیاب ہے

نگراں : الحاج مولانا محمد جہانگیر عالم

ہم سے رابطہ کریں :

مکتب حساوی، شارع محمد بن قاسم، بجانب مطعم شاہ جلال

ٹیلیفون / فاکس :24315227

موبائل فون : 99008601, 66240105

Email: mjalam75@gmail.com, mjalam_30@yahoo.com



الزعيم لخدمة العمرة وتأشيرة المعرور

شركة اليمامة المشتركة للتجارة العامة

عمرہ سروس

قیمت، ویزہ کی کاروائی کے ساتھ رہائش، مواصلات

اور اماکن مقدسہ کی زیارت سب کو شامل ہے

5 ایام کے لیے
روانگی جمعرات کو اور واپسی
سموار کو 35 دک

احرام کا لباس
اور ہیلٹ ہدیہ
میں حاصل کریں

10 ایام کے لیے
روانگی بدھ کو اور واپسی ہفتے
کو 40 دک

فیملیز کیلیے
خاص کمرے

جدید طرز کی
ایرکنڈیشنز
بسیں

حرم سے قریب
رہائش گاہیں

فحیحیل . ابو محجن الثقفی روڈ . مقابل سوق معلم مول . نزد سوق ماکس

رابطہ نمبر: 90901054/23925652/99485464

مبصر الرحمٰن القاسمی (کویت)
mubassir2008@yahoo.co.in

امام حرم فضیلۃ الشیخ خالد بن علی الغامدی

شیخ خالد بن علی بن عبدان الالبجی الغامدی حفظہ اللہ تعالی حرم مکی میں امام ہیں۔

شیخ حرم مکی کے علاوہ ایام حج میں منی میں واقع مسجد خیف میں بھی امامت کے فرائض انجام دیتے ہیں، آپ حرم مکی میں امامت سے قبل مکہ مکرمہ کے الخالدیہ علاقے میں واقع مسجد امیرہ شیخہ میں امام وخطیب تھے۔

آپ کا تعلق سعودی عرب کے مغرب میں سرات نامی پہاڑی سلسلے کے غامد علاقے میں واقع قبیلۃ بنی خیثم کے الحسبشی قصبے سے ہے۔

شیخ خالد الغامدی کی پیدائش سن 1388 ہجری میں مکہ مکرمہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کی، سال 1406 ہجری میں ام القری یونیورسٹی میں داخل ہوئے اور اس یونیورسٹی کے دعوت واصول دین کالج کے شعبۂ کتاب وسنت سے امتیازی درجے سے گریجویشن کیا اور 1416 ہجری میں ام القری یونیورسٹی کے قرآن کریم کالج کے شعبۂ قرأت سے ماسٹرس کی ڈگری حاصل کی، سن 1421 ہجری میں شیخ خالد الغامدی نے ام القری یونیورسٹی کے مذکورہ کالج سے قرأتِ قرآن کریم اور قرآنی علوم پر ڈاکٹریٹ کی، ڈاکٹریٹ کے لیے آپ نے تفسیر ثعلبی پر تحقیقی مقالہ تحریر کیا۔

عملی زندگی کا آغاز

شیخ خالد الغامدی کی غیر معمولی صلاحیتوں اور گریجویشن کے امتحانات میں امتیازی درجات سے کامیابی پر ام القری یونیورسٹی کے ذمہ داران نے آپ کو دوران تعلیم ہی ام القری یونیورسٹی کے دعوت اور اصول دین کالج کے شعبۂ قرأت میں لیکچرار کی حیثیت سے مقرر کر دیا تھا۔

تاہم آپ کا رسمی طور پر تقرر سن 1422 ہجری میں عمل آیا، اسی سال شیخ خالد شعبۂ قرأت میں ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے اور اس شعبے میں دو برس تک خدمات سرانجام دیں۔

1423 ہجری میں وزیر اسلامی امور اور دعوت وارشاد کے حکم پر شیخ خالد کو منی کی مسجد خیف میں رسمی طور پر امام مقرر کیا گیا، جبکہ سن 1426 سے آپ دعوت اور اصول دین کالج میں انڈر سیکریٹری کے منصب پر فائز ہیں۔

25 ذی قعدہ 1428 ہجری کا دن شیخ خالد الغامدی کی زندگی کا وہ موڑ ہے، جہاں سے انھیں دنیا بھر کے مسلمانوں کی امامت اور انھیں خطاب کرنے اور حرم مکی میں اپنی مسحور کن اور رقت آمیز آواز میں تلاوت کلام پاک سے مستفید کرنے کا موقع ملا، اسی تاریخ کو خادم حرمین شریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز آل سعود نے شیخ خالد بن علی الغامدی اور شیخ فیصل جمیل حسن غزاوی کے حرم مکی میں امام نامزد کیے جانے کا فرمان جاری کیا۔ اور شیخ خالد الغامدی نے 1429 ہجری کے آغاز سے حرم مکی میں باضابطہ امامت کے فرائض انجام دینا شروع کر دیئے۔

شیخ خالد الغامدی حرم مکی میں امام وخطیب اور ام القری یونیورسٹی کے زیر انصرام کالج کے انڈر سیکریٹری کے



عہدے پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف تحقیقی، تدریسی اصلاحی، ادارتی کمیٹیوں کے رکن بھی ہیں۔ اسی طرح شیخ موصوف ام القری یونیورسٹی میں ماسٹرس اور ڈاکٹریٹ کے مقالات کے لیے گائڈ کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔

تصنیفی وتحقیقی خدمات

شیخ خالد الغامدی ماہر علم قراءات ہیں، چونکہ قرآن کریم صحیح حدیث کے مطابق سات طریقوں یا سات لہجوں میں نازل ہوا، شیخ خالد نے قرآن کریم کی قرأت اور قرآنی علوم کو اپنی تحقیق کا میدان بنایا ہے۔ انھوں نے اب تک علم قرأت اور علوم قرآنی پر نو سے زائد تحقیقی کتابیں تحریر کیں جن سے شیخ خالد الغامدی کی علم قرأت اور قرآنی علوم سے شیفتگی اور بے پناہ ذوق کا پتا چلتا ہے۔

اسلام کے عظیم ترین جرنل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قریش کے ایک معزز فرد اور بنو مخزوم قبیلہ کے چشم وچراغ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو 'سیف اللہ' یعنی 'اللہ کی تلوار' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

جب آنحضور ﷺ نے اہل قریش کو بتوں کی پوجا سے منع کیا تو سب آپ کے خلاف ہو گئے۔ اس وقت آپکی عمر 17 برس تھی۔ آپ بھی اپنے والد کے ساتھ حضور ﷺ کے دشمن تھے۔ بعد میں آپ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار کے سائے میں پرورش پائی۔ اس لیے وہ بہت پھرتیلے اور نڈر تھے۔ کشتی، گھڑ سواری اور نیزہ بازی کے ماہر تھے۔ ایک دفعہ بچپن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پچھاڑ کر ان کی پنڈلی کی ہڈی توڑ دی تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کئی جنگوں میں شریک رہے۔ اسلام لانے کے بعد حاکم شام کا مقابلہ کرنے کیلئے تین ہزار صحابہ کی فوج تیار ہوئی اس میں آپ بھی شامل تھے۔ خونریز معرکہ ہوا مخالفین ایک لاکھ کی تعداد میں تھے۔ مسلمانوں کا کافی جانی نقصان ہوا۔ اگلے روز اس لشکر کی کمان حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں میں لی اور اعلیٰ جنگی اصولوں پر اپنی تھوڑی سی فوج مجتمع کیا اور حاکم شام کی ٹڈی دل فوج کو تہس نہس کر دیا اور فتح پائی۔ نبی پاک ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں آپ اسلامی لشکروں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ معرکہ یمامہ میں آپ نے صرف تیرہ ہزار فوجیوں کے ساتھ مسیلمہ بن کذاب کی لاکھوں کی فوج کو شکست دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب بستر علالت پر تھے تو آپ نے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں سے کہا۔ ''میں نے ان گنت جنگوں میں حصہ لیا۔ کئی بار اپنے آپ کو ایسے خطروں میں ڈالا کہ جان بچانا مشکل نظر آتا تھا لیکن شہادت کی تمنا پوری نہ ہوئی۔ میرے جسم پر کوئی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں تلوار، تیر یا نیزے کے زخم کا نشان نہ ہو۔ لیکن افسوس! موت نے مجھے بستر پر آدبوچا۔ میدان کارزار میں شہادت نصیب نہ ہوئی۔''

آپ نے جنگ احد سے حضرت عمر تک جتنی جنگیں لڑیں ان کی تعداد 41 ہے اور ان جنگوں میں آپ نے ایک جنگ بھی نہیں ہاری۔

urdu.indd 18 3/24/11 1:29 PM

ادارہ

آپ کے مسائل اور ان کا حل

زکاۃ کے احکام

سوال: زکاۃ کا حکم کیا ہے اور زکاۃ کا نصاب کیا ہوگا؟ بالخصوص سونے کی زکاۃ کیسے نکالی جائے گی؟

(زکریا۔سالمیہ،کویت)

جواب: زکاۃ اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے ایک اہم رکن ہے جس کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت اور مالک نصاب پر سال میں ایک مرتبہ فرض ہے۔اس کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں سے اسلام کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اعلانِ جنگ کیا تھا۔

زکاۃ چار چیزوں پر واجب ہوتی ہے (1) سونے چاندی اور نقدی سکے (2) تجارتی سامان (3) مویشی (4) اور زرعی پیداوار۔

سونا اگر 85 گرام یا اس سے زیادہ ہو اور چاندی 595 گرام یا اس سے زیادہ ہو، پھر اس پر سال گذر جائے تو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے۔یہی حساب نقدی سکوں اور تجارتی سامان کا بھی ہوگا کہ اگر یہ 85 گرام سونے کی قیمت کے برابر ہوجائیں اور ان پر سال گزر جائے تو ان کی بھی زکاۃ نکالنی واجب ہے۔

مویشیوں میں وجوب زکاۃ کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مقررہ نصاب کو پہنچ جائیں،ان پر سال گزر جائے،وہ سال کے اکثر حصہ چرتے ہوں اور باربرداری کے لیے نہ رکھے گئے ہوں۔واضح ہو کہ 5 سے کم اونٹوں میں زکاۃ نہیں، 30 سے کم گایوں میں زکاۃ نہیں،اور 40 سے کم بکریوں میں زکاۃ فرض نہیں ہے۔

زرعی پیداوار کے لیے سال گزرنا ضروری نہیں ہے،جب فصل تیار ہو زکاۃ فرض ہے بشرطیکہ غلہ پانچ وسق یعنی 653 کیلوگرام تک پہنچ جائے۔اگر کھیت کو بارش یا چشموں کے پانی نے سیراب کیا تو دسواں حصہ اور اگر آلات اور مشینوں سے سیراب کیا گیا تو بیسواں حصہ زکاۃ فرض ہے۔

خواتین کا اذان اور اقامت

سوال: کیا عورتیں نماز کے لیے اذان اور اقامت کہیں گی۔

(عمران۔کویت)

جواب: اذان اور اقامت مردوں کے لیے مشروع کی گئی ہے، عورتوں کے لیے نہ اذان مشروع ہے اور نہ اقامت۔ عورتیں بغیر اذان دیئے اور اقامت کہے نماز ادا کریں گی۔ اسی طرح عورت، مردوں کی امامت بھی نہیں کراسکتی ہے البتہ خاتون، خواتین کی امامت کراسکتی ہے،ایسی صورت میں وہ پہلی صف کے وسط میں کھڑی ہوگی۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا

سوال: میں صحرائی علاقہ میں کام کرتا ہوں،اذان واقامت کے ذریعہ پنجوقتہ نمازیں پڑھتا ہوں،میرا سوال یہ ہے کہ کیا نماز میں خشوع وخضوع کے لیے آنکھیں بند کرسکتے ہیں۔ (محمد ریحان مینازور،کویت)

جواب: اگر آپ صحرائی علاقہ میں رہتے ہیں،اور آپ سے قریب مسجد نہیں ہے تو آپ اذان اور اقامت کہہ کر نماز ادا کریں۔اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے فرمایا تھا: ''اگر تم بکریوں (کے ریوڑ) میں ہو، یا صحرا میں ہو تو بآوازِ بلند نماز کے لیے اذان دو کیونکہ مؤذن کی اذان جن وانس اور جو شے سنتی ہے کل قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی''۔(صحیح بخاری)

دوسری بات یہ کہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں ہے کہ آپ نے نماز میں آنکھیں بند کی ہوں، بلکہ بیشمار روایات ایسی آتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آنکھیں کھول کر نماز ادا فرماتے تھے۔اسی لیے بعض علماء نے نماز میں آنکھیں بند کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔البتہ اس سلسلے میں اصولی بات حافظ ابن قیمؒ نے بیان فرمادی ہے: ''اگر آنکھیں کھول کر نماز ادا کرنا خشوع میں مخل نہیں ہے تو آنکھیں کھول کر نماز ادا کرنا افضل ہوگا، ہاں اگر قبلہ کے سامنے زینت وزیبائش اور آرائش کی وجہ سے نماز کا خشوع وخضوع متاثر ہورہا ہو تو آنکھیں بند کرنا قطعاً مکروہ نہیں ہوگا، بلکہ ایسی حالت میں مستحب کہنا اصول شریعت کے زیادہ قریب ہے''۔(زادالمعاد 1/294)

نمازجنازہ کی حکمت

سوال: مرنے کے بعد مردے کے لیے نماز جنازہ کیوں ادا کی جاتی ہے؟ (شہباز۔کویت)

جواب: موت دنیاوی زندگی سے ابدی انقطاع اور اخروی زندگی کے نقطۂ آغاز کا نام ہے،اس مناسبت سے مشروع قرار دیا گیا کہ مردے کے لیے اللہ تعالی سے مغفرت کا سوال کیا جائے،اس کے لیے دعائے رحمت کی جائے جو کلی طور پر عاجز آچکا ہے اور مدد کا طلبگار ہے،یہ ایمانی اخوت کا بھی تقاضا ہے کہ اللہ تعالی سے رجوع کرکے مردے کے لیے قبر میں آسانی، گناہوں کی مغفرت، اور رحم وکرم کا سوال کیا جائے۔یہ کوئی مردے کے لیے نماز نہیں ہے بلکہ اس کے لیے محض استغفار اور دعا ہے، اسی لیے اس میں رکوع اور سجدے مشروع نہیں کیے گئے۔اسی طرح مردے کی تکریم اور مخلوقات پر اس کی عظمت ثابت کرنے کی حکمت کے تحت اسے غسل دے کر،اسکی تجہیز وتکفین کرکے دفن کردینے کا حکم دیا گیا ہے۔

طلاق کا صحیح طریقہ

سوال: طلاق کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(ظفر اللہ خان۔صباحیہ،کویت)

جواب: طلاق اللہ پاک کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔اسلام میں شادی کو مربوط ازدواجی تعلق اور 'مضبوط عہد وپیمان' سے تعبیر کیا گیا ہے، جب زوجین میں ناچاقی پیدا ہوجائے اور اصلاح کی ساری تدابیر ناکام رہیں تو طلاق آخری علاج کے طور پر جائز قرار دی گئی ہے۔ چنانچہ اختلاف کی صورت میں اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ شوہر بیوی کو سمجھائے،شوہر کے حقوق یاد دلائے،علیحدگی کی صورت میں بچوں کے مستقبل سے ڈرائے،اور نصیحت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے،اگر سدھر جاتی ہے تو ٹھیک ورنہ بستر الگ کردیا جائے،یہ طریقہ سمجھدار عورت کی اصلاح کے لیے نہایت کارگر ہے۔اگر اس سے بھی نہ سمجھے تو فہمائش کے لیے تادیبی طور پر اس کی ہلکی سی پٹائی کی جاسکتی ہے لیکن یہ پٹائی وحشیانہ نہ ہونی چاہیے۔اگر اس صورت میں بھی اصلاح ممکن نہ ہوسکے تو طرفین کی طرف سے دو آدمی دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کریں گے۔ (سورہ نساء 34۔35)

اگر یہ چاروں مراحل ناکام ثابت ہوں تو اب جدائی کے علاوہ دوسری کوئی معقول شکل باقی نہ رہی تاکہ دونوں اپنا اپنا راستہ طے کرلیں۔ایسی صورت میں طلاق کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں بیوی سے وظیفۂ زوجیت ادا نہ کیا ہو ایک طلاق دے اور تین مہینہ تک انتظار کا موقع دے۔اس بیچ اسے ساتھ ہی رکھنا ہے،اسے طلاق رجعی کہتے ہیں،اگر اس دوران رجوع نہیں کیا تو عورت اس سے خود بخود علیحدہ ہوگئی،اب رجوع کے لیے تجدید نکاح کرنی ہوگی۔اس کے بعد بھی دوسری مرتبہ طلاق دے کر عدت میں رجوع کرسکتا ہے البتہ عدت گزرنے کے بعد تجدید نکاح ضروری ہوگی۔تیسری مرتبہ بھی اگر طلاق دے دی تو اب رجوع کی اجازت نہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (سورۃ البقرۃ 229) ''یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں پھر یا تو اچھائی سے روکنا یا عمدگی سے چھوڑ دینا ہے''۔

البتہ ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دینا شریعت کی پامالی اور اس کے ساتھ کھلواڑ کرنا ہے،تاہم طلاق ایک ہی شمار کی جائے گی۔(صحیح مسلم)

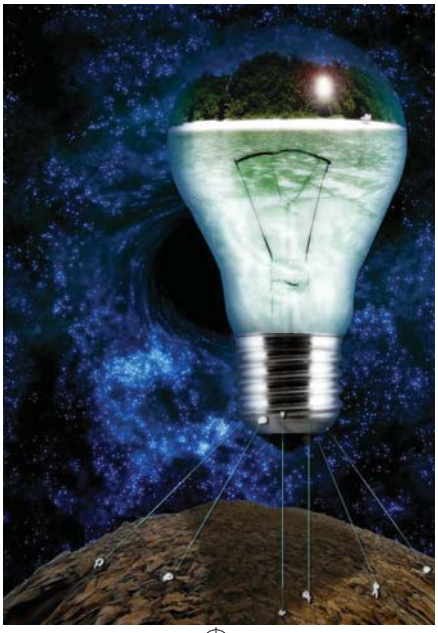
urdu.indd 19 3/24/11 1:29 PM

اعجاز الدین عمری (کویت)

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے

پھر ایک بار ہر سو امید سحر کی باتیں ہیں۔ پھر ایک آغاز کے انجام اور ایک انجام کے آغاز کے عمل کو حرکت دی جا چکی ہے۔ انقلاب کی رفتار تیز تر ہوتی جا رہی ہے۔ گردشِ ایام تاریخ انقلابات کا مدفن ہے۔ زمین کی ساعت عروج و زوال کی داستانوں سے کبھی نہیں اکتائی ہے۔ فلک کی بوڑھی نگاہیں قوموں کو اُٹھتے مٹتے اور انقلابات کو بڑھتے دیکھ کر کبھی نہ تھکی ہیں اور نہ تھکیں گی۔ زمینی نظام خداوند قدوس کے مکمل قبضۂ اختیار میں ہے۔ راج محل کے تخت کے اوپر کس کو بٹھائے اور کس کو اتارے، اس کا پورا فیصلہ آسمانوں میں طے پاتا ہے۔ خود پرست پادشاہی، ظالم نظام جاگیرداری جبری آمریّت یا پھر سفّاک خلافت و جمہوریت..... ظلم و استبداد کو ایک مقررہ مدت تک ہی مہلت ملتی ہے۔ میری نگاہیں تاریخ کے صفحات میں اٹکی ہوی ہیں، میں صدی دو صدی پیچھے پہنچ چکا ہوں۔ انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل کی دنیا بیشتر برطانیہ، فرانس، اٹلی، اسپین اور نازی جرمن کے ماتحت تھی۔ اس وقت اسلامی دنیا بیشتر دو حصوں میں بٹی ہوی تھی۔ ایک طرف عثمانیوں کا قبضہ تھا تو دوسری جانب ایرانی ان پر سوار تھے۔ دونوں طرف کے حکمراں اپنے رعایا کے جذبات سے کھلواڑ کر رہے تھے۔ مسلم دنیا فقر و فاقہ اور غربت و جہالت کی زنجیروں میں جکڑی ہوی تھی اور ان کے حکمران ان کی زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی لاپرواہ کھیل تماشا اور رنگ رلیوں میں منہمک رہتے تھے۔ اس حالتِ زار نے بیرونی طاقتوں کو اس عظیم ملت میں نفوذ و تسلط کے لیے موقع فراہم کر دیا تھا۔ جس کی جتنی طاقت تھی اسی قدر حکومتیں اس کے قبضے میں رہتی تھیں۔ لوٹ کھسوٹ کی سیاست میں شیر اپنا حصہ رکھ لیتا تھا اور لومڑی اپنا حصہ..... پھر انقلاب کی لہر چلی اور دنیا کے ممالک ان کے چنگل سے آزاد ہو گئے۔

قومی اور ملی اعتبار سے غلامی دو طرح کی ہوتی ہے، ایک سیاسی تو دوسری فکری۔ اول الذکر غلامی میں انسان کا سر جھکا رہتا ہے تو دوسرے میں سر کے اندر موجود دماغ ہی سراپا اطاعت بن جاتا ہے۔ اور کوئی بھی تبدیلی 'انقلاب' اس وقت کہلاتی ہے جب وہ سیاسی اور فکری دونوں طرح کی غلامی سے آزادی کا پیغام لے کر آتی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو ہر قسم کی غلامی سے نکل کر ایک خدا کی بندگی اور غلامی کی دعوت دیتا ہے۔ کوئی تغیّر 'خالص اسلامی انقلاب' اس وقت کہلائے گا جب مسلم اُمّت ہر طرح کی سیاسی اور فکری بندشوں سے آزاد ہو کر خود کو ایک خدا کی چوکھٹ پر رام کر دے گی۔ یہ اس اُمّت کی حرماں نصیبی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد سے اب تک کہیں بھی مکمل طور پر 'خالص اسلامی انقلاب' برپا نہ ہو سکا۔ انقلاب سیاسی ہو یا فکری اہلِ ہوس ہر اس انقلاب کا رُخ موڑ دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جو صحیح قیادت سے محروم ہوتا ہے۔ نصب العین کا تعین، تنظیمی شعور، عمل کی ترتیب و تنظیم اور تحریکی پیش رفت .... کسی بھی 'صالح' انقلاب کے لیے زادِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انیسویں صدی کے انقلابات ایسی ہی قیادتوں کا نتیجہ تھے۔ مصر میں برطانوی استعمار کا زور توڑنے میں علمائے ازہر نے کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ جہادی تحریکوں کو ان کی قیادت حاصل تھی۔ 1830 میں امیر عبدالقادر الجزائری کی قیادت میں اُٹھنے والی تحریک اور 1842 میں محمد بن علی السنوسی کی تحریک فرانس، اٹلی اور اسپین کے لیے دردِ سر بن گئی تھی۔ 1911 میں عمر مختار کی قیادت نے لیبیا میں اطالوی استعمار کی ناک میں دم کر دیا تھا۔ ادھر مراکش میں عبدالکریم خطابی ہسپانوی اور فرانسیسی استعمار کے خلاف نبرد آزما تھے۔ یہ ساری قیادتیں اور تحریکیں مغرب کے نو آبادیاتی نظام سے اسلامی دنیا کو آزاد کرنے کیلیے کوشاں تھیں۔ بظاہر ان کی کوششیں عثمانی و ایرانی حکومتوں کا دفاع لگ رہا تھا مگر اس کے پیچھے انقلاب کی 'اسلامی روح' کارفرما تھی۔ ایران کی



راہ بھٹکی شخصی بادشاہت اور عثمانیوں کی کج رو خلافت سے سمجھوتہ کرنے کے لیے حق پرست علماء اور ملّت کا درد رکھنے والے قائدین کسی بھی مرحلہ میں تیار نہیں تھے۔ انیسویں صدی کا ابتدائی دور قلبِ مسلم میں نشتر بن کر چبھتا ہے جب صیہونی قوتوں نے ملّت اسلامیہ کی رگِ جاں کو تاکا تھا۔ ان کے خیال میں وہ آخری وار تھا جس کے بعد یہ امّت فکری و سیاسی غلامی کے دلدل سے کبھی نہ اُٹھ سکتی تھی۔ مگر ''جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں، اِدھر ڈوبے اُدھر، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے'' ان کی فطرت ہے۔ اُس وقت بھی دنیا کے مختلف گوشوں سے مغربی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے تحریکیں اُٹھیں۔ نابغۂ روزگار ہستیوں نے ان تحریکوں کی قیادت کی۔ 1927 میں شہید حسن عبدالرحمٰن البناؒ کی قیادت نے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر عالمِ عرب کی سب سے بڑی اور منظّم تحریک 'الاخوان المسلمون' کو مغربی سامراجی اور صیہونی فکری یلغار کے مدّ مقابل کھڑا کیا اور فکری انقلاب کے ذریعہ سیاسی انقلاب کے خدو خال تیار کیے۔ ٹھیک اسی زمانے میں برّصغیر میں علامہ اقبالؒ کے اشعار ملّت کے خوابیدہ دلوں کو جھنجوڑ رہے تھے اور نیند کے متوالوں کو آبِ حیات کے چھینٹے دے کر جگا رہے تھے اور تہذیبِ حاضر کو شاخِ نازک پر بنے آشیانہ بتا کر عالمِ اسلام میں جڑ پکڑ رہی مغرب کی مرعوبیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دوسری جانب سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریریں اسلام کی آفاقیت اور عالم گیریت کے پہلو کو اجاگر کرتے ہوے یورپ اور مغرب کے کافرانہ و ملحدانہ نظریۂ حیات کی بیخ کنی کر رہی تھیں۔ 1941 میں جماعتِ اسلامی کی بنیاد اسی مقصد کے تحت ڈالی گئی کہ جدید نسل کے فکری انقلاب کو سیاسی انقلاب میں تبدیل کیا جائے اور اسلامی نظامِ حیات کے نفاذ کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں ختم کر دی جائیں۔ ادھر شمالی افریقہ، لیبیا، سوڈان، الجزائر، صومالیہ اور بعض دیگر عرب اور مسلم ممالک میں سنوسی تحریک (جو امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ اور شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی فکر اور عقیدہ سے متاثر تھی) مسلمانوں میں دینی، سیاسی اور سماجی بیداری کے لیے سرگرم عمل تھی تو

urdu.indd 20 3/24/11 1:29 PM

دوسری جانب استعماری اور صلیبی طاقتوں سے برسرِ پیکار تھی۔ ان ساری جدو جہد کے بعد بھی اسلام پسندوں کا خواب کسی بھی مرحلہ میں اگر چہ مکمل طور پر شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا تھا مگر اسلام کی جانب بڑھتی ہوی کافری فکر کی سیلِ رواں کو روکنے میں یہ تحریکیں کامیاب ہوچکی تھیں اور مغرب کے سیاسی ہتھکنڈوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔

زمانے کے افق پر پھر ایک بار تبدیلی کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ زنجیروں کے کھلنے کی آہٹ ہر سو سنائی دے رہی ہے۔ انقلابات کی بڑھتی یورش سے مغرب کے ماتھے پر شکنیں اُبھر آئی ہیں۔ اس کی کٹھ پتلی حکومتوں کی چولیں ہلنے لگی ہیں۔ ان پر سراسیمگی کی کیفیت طاری ہے۔ ان کے خوف اور دہشت کا واضح ترین سبب تو یہ ہے کہ اگر اس عوامی بیداری نے 'اسلامی انقلاب' کے لیے راہ ہموار کر دیا تو جن عرب اور مسلم حکومتوں پر اس کی اجارہ داری قائم ہے وہ ختم ہوجائے گی اور اس کے اثرات سے دنیا کی بیشتر آبادی پر اس کی گرفت بھی ڈھیلی پڑ جائے گی۔ اس انقلاب سے مشرقِ وسطی میں اسرائیل کے وجود کو لاحق خطرہ بھی اس کی پریشانی کا ایک اور اہم سبب ہے۔ میرے اندرون کی کیفیت بھی عجیب ہے۔ میرے دل کی دنیا بھی اندیشوں میں گرفتار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مسلم دنیا سے اُٹھنے والی تبدیلی کی لہروں میں 'اسلامی انقلاب' کا جوش مفقود ہے۔ مضبوط و منظّم قیادتوں سے محروم اس عوامی یکجہتی میں 'حاکمِ وقت' کا تختہ اُلٹ دینے ہی کو 'انقلاب' مانا جارہا ہے۔ دوست اور دشمن نے خول بدلنا شروع کیا ہے۔ کل تک جو ظالم آمریّت اور نظامِ شاہی کے لیے تکیہ بنے ہوے تھے وہ اب اپنی صفیں بدلنے لگے ہیں۔ بہروپیوں نے چہرے کی کھال بدل لی ہے۔ مسلم حکومتوں کی زیرِ زمین ثروت پر ان کی لالچی نگاہیں پہلے سے گڑی ہوی ہیں، اب وہ ہوا کے رُخ پر چل کر اپنا مفاد حاصل کرنے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں۔

میں تو یہی امید لیے بیٹھا ہوں کہ اے کاش کوئی مانجھی نکلے اور ملت کی ہلکورے کھاتی نیّا پار لگادے۔ کوئی منظّم قیادت، کوئی تحریکی شعور، کوئی عارفانہ نظر اور غازیانہ قدم اس تقیر کو فکری و سیاسی غلامی سے نجات کا ذریعہ بنا کر اُٹھے کہ نظامِ اسلامی کے غلبہ کے خواب کہن کو پھر تعبیر کی زبان مل جائے... پھر ظلمتِ شب کو طلوعِ سحر کی نوید آجائے .... پھر ایک بار وقت کی فصیل پر نئی صبح کا زرّیں پرچم لہرائے اور... پھر جبین خاکِ حرم سے آشنا ہوجائے.....

عالمی خبریں

خبر و نظر

محمد خالد اعظمی (کویت)

یوسف القرضاوی کی امامت میں 30 لاکھ مسلمانوں نے نماز جمعہ اداکی

قاہرہ۔ حسنی مبارک کے مسند صدارت سے دست بردار ہونے کے بعد مصر سے ملک بدر کئے ہوئے مشہور عالم دین یوسف القرضاوی 31 سال بعد جب اپنے وطن پہونچے تو عوام نے ان کا پرجوش استقبال کیا اور علامہ نے 'میدان التحریر' میں نماز جمعہ اور نماز عصر پڑھانے کی درخواست کی گئی، اخبارات کی رپورٹ کے مطابق 25 سے 30 لاکھ کے قریب نمازی رہے ہونگے، القرضاوی نے اپنے خطبہ میں انقلاب کی جدوجہد میں جان پیش کرنے والے شہداء کی مغفرت اور تحریک کے دوران گرفتار کئے جانے والوں کی جلد رہائی کے لیے اجتماعی دعائیں کیں۔ خطبہ جمعہ مصر کے سرکاری ٹیلی ویژن سے بھی براہ راست نشر کیا گیا۔

فرانس میں برقع پر مکمل پابندی

پیرس۔ سیکولر کالبادہ اوڑھے فرانس مکمل برقع پر پابندی کے قانون پر یکم اپریل سے عمل شروع کرے گا۔ اس قانون کے نافذ العمل ہونے کے بعد سے کسی بھی برقع پوش خاتون کو پولیس اسٹیشن میں طلب کر کے اسے نقاب اتارنے کے لیے کہا جائے گا بصورت دیگر اسے جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔ عہدہ داروں کا کہنا ہے کہ یہ قانون صرف علامتی ہے، پولیس ہر برقع پوش خاتون کو طلب نہیں کرے گی لیکن پیرس کے امام کا کہنا ہے کہ برقع پوش خواتین کو پولیس اسٹیشن میں طلب کرنے کا معاملہ مسلمانوں میں بے چینی پیدا کرسکتا ہے۔

ووٹ دو اور جنت کا پروانہ حاصل کرو

جوہانسبرگ۔ جنوبی افریقہ کے صدر جیکب زیومانے اپنی پارٹی کو ووٹ دینے کی صورت میں جنت میں پہنچنے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے جیکب زیومانے مشرقی کیپ صوبے کے قصبے Mathatha میں اپنی ANC پارٹی کی انتخابی مہم کے دوران ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اگر ان کے حمایتی پارٹی کو جیت سے ہمکنار کروانے میں ناکام رہے تو ان کے جہنم میں جانے کا خدشہ ہے۔

قادیانیوں کا اجتماع منسوخ

ڈھاکہ۔ بنگلا دیش میں کافر فرقہ قادیانیوں کا 87 ویں سالانہ بین الاقوامی اجتماع عوام کے دباؤ سے منسوخ کرنا پڑا۔ کیونکہ سنی مسلم گروپس نے اس اجتماع کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ اور مقامی سنی گروپس کی جانب سے ضلع انتظامیہ کو ایک تذکیرنامہ پیش کیا گیا تھا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ احمدیہ فرقہ کے اجتماع کی اجازت منسوخ کی جائے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے حکام کی جانب سے اجتماع کی اجازت نامہ کو منسوخ کردیا گیا۔

سعودی عرب اپنی طرف اٹھنے والی انگلیوں کو کاٹ دے گا۔

ریاض۔ سعودی عرب کے وزیر خارجہ شہزادہ سعود الفیصل نے کہا کہ ان کا ملک اپنے داخلی معاملات میں ہر طرح کی بیرونی مداخلت کو مسترد کرتا ہے۔ ملک میں تبدیلی لانے کا بہترین طریقہ مذاکرات ہیں نہ کہ احتجاج۔ الفیصل نے مزید کہا کہ سعودی عرب اپنی جانب اٹھنے والی انگلیوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ دوسری طرف امام کعبہ شیخ اسامہ خیاط نے کہا کہ سعودی عرب میں مظاہروں کا اعلان شیطانی حربہ ہے اور مسلمانوں کو ایسا مطالبہ کرنے والوں سے خبردار رہنا چاہیے۔ مسجد الحرام میں جمعہ کے خطبہ میں امام حرم نے مزید کہا کہ شیطان گمراہ کن خواب دکھا کر مسلمانوں کو بغاوت پر اکسانا چاہتا ہے۔ شیطان کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو تنازعات میں الجھا دیا جائے۔

تیونس سے اٹھنے والی چنگاری

تیونس سے اٹھنے والی انقلابی چنگاری نے عالم اسلامی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ وہ چنگاری تیونس سے مصر پہونچی اور وہاں سے 31 سال سے حکومت کر رہے حسنی مبارک کو عوام کے مظاہروں کا سامنا کرنا پڑا، مصر کے بعد اس چنگاری نے بہت سارے ممالک کو اپنی آغوش میں لے لیا ہے جہاں سرفہرست لیبیا، یمن، عمان، اور دیگر ممالک ہیں جہاں کے عوام اپنے حکمراں کو ہٹانا چاہتے ہیں۔ لیبیا کو دیکھیں جہاں 40 سال سے حکومت کر رہے معمر قذافی کو ہٹانا چاہتے ہیں، دوسری جانب یمن کے عوام اپنے صدر 33 سال سے حکومت کر رہے علی عبداللہ صالح کو صدارت کے منصب پر دیکھنا نہیں چاہتے۔

پروفیسر نجم الدین اربکان کی وفات

(29 اکتوبر 1926ء - 27 فروری 2011ء)



استنبول۔ ترکی کے سابق وزیر اعظم اور ملک میں جدید اسلامی تحریک کے بانی پروفیسر نجم الدین اربکان کا 27 فروری کو دل کا دورہ پڑنے سے انقرہ کے ایک اسپتال میں 85 سال کی عمر میں انتقال فرما گئے جہاں وہ زیر علاج تھے۔ وزیر اعظم طیب اردوگان نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا کہ اربکان ایک سائنس داں تھے جنہوں نے اپنی زندگی علمی سرگرمیوں کے لیے وقف کردی تھی۔ ہم ہمیشہ ان کے احسان مند رہیں گے۔ اربکان نے 1970ء کی دہائی میں شہرت حاصل کی جب انہوں نے ایک اسلامی پارٹی کی بنیاد رکھی تھی جو قدامت پسند دیہی باشندوں اور شہر کے دبے کچلے عوام کو اپنی جانب کھینچنے میں کامیاب رہی۔ اربکان کی پارٹی نے 1985ء کے انتخاب میں کامیابی حاصل کی اور 1996ء میں اربکان نے مخلوط حکومت کی عنان سنبھالی اور ترکی کی جدید تاریخ کے پہلے اسلام پسند وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اربکان کی (اسلامی ویلفیئر پارٹی) کو 1998ء میں ممنوع قرار دے دیا گیا۔ اربکان اور دیگر رہنماؤں پر پانچ سال کے لیے کسی سیاسی عہدہ پر فائز رہنے پر پابندی عائد کردی گئی تھی۔

urdu.indd 21 3/24/11 1:29 PM

IPC کے شب و روز

شیخ احمد مراد رضا کا لکچر

ماہ گذشتہ IPC نے سعودی عرب میں ایک عرصہ سے مقیم شیخ احمد مراد رضا کے ایک دعوتی لکچر کا اہتمام کیا جس سے IPC کے تمام دعاۃ نے استفادہ کیا۔ شیخ رضا نے کہا ''دعوت انبیائی کام ہے جسے وظیفہ اور نوکری سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ کا کام سمجھ کر اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ انجام دینا چاہیے''۔ آپ نے دعوت کو کامیاب کرنے کے لیے فرمایا: ''سب سے پہلے مخاطب کا دل جیتنے کی ضرورت ہے''۔

آپ نے نومسلموں کے خانگی مسائل اور اپنے رشتے داروں کو اسلام پیش کرنے کے تئیں موجودہ حالات میں پیش آنے والی مشکلات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''نومسلموں کو ہمیشہ تاکید کی جائے کہ اپنے قریبی رشتے داروں اور ماں باپ کو اسلام کی دعوت پہنچانے میں جلدی نہ کریں بلکہ قبول اسلام کے بعد ان کے سامنے اسلامی اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں اور جب سفر پر جائیں تو ان کے لیے معمول سے زیادہ قیمتی تحفہ وغیرہ لے کر جائیں، والدہ کے سر کو بوسہ دیں، ان کا ہاتھ چومیں اور انہیں بتائیں کہ یہ آداب میں نے مسلمانوں سے سیکھے ہیں۔ اس کے بعد انہیں موت کی یاد دلاتے ہوئے توحید، رسالت اور آخرت کا پیغام سنائیں ان شاء اللہ ہدایت ملے گی اور کسی طرح کے مسائل بھی پیدا نہ ہوں گے''۔

دعاۃ کے لیے دعوتی ٹریننگ کورس



IPC نے دعاۃ کے دعوتی تجربات میں جدت لانے کے لیے سعودی عرب کے معروف داعی ڈاکٹر ناجی العرفج کو دعوت دے کر بلایا اور دعاۃ کے لیے ایک دعوتی ٹریننگ کورس منعقد کیا۔ آپ نے پاور پوائنٹ کے ذریعہ ''غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا تعارف: قدم بقدم'' کے موضوع پر نہایت وقیع اور معلومات افزا لکچر دیا۔ آپ نے فرمایا: ''دعوت کے میدان میں سب سے پہلے مدعو کا دل جیتنے کی ضرورت ہے''، اس ضمن میں آپ نے دلوں پر قابو پانے کے چند وسائل کا ذکر کرتے ہوئے تاکید کی کہ غیر مسلموں کے سامنے چند معروف اسماء ومصطلحات کی وضاحت ضرور کی جائے مثلاً اسلام میں اللہ کا تصور کیا ہے؟ محمد ﷺ کون ہیں؟ قرآن کیا ہے؟ مسلم کسے کہتے ہیں؟ اسلام کیا ہے؟ وغیرہ

آپ نے فرمایا کہ غیر مسلم کے سامنے اسلام کے محاسن بیان کیے جائیں اور اس کے جمالیاتی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ مثلاً (1) اسلام میں توحید کا تصور اور دیگر ادیان سے اس کا موازنہ (2) سکون وطمانیت (3) مساوات اور عدل وانصاف (4) اعتدال وتوازن (5) اسلامی بھائی چارہ (6) مکارم اخلاق وغیرہ

آپ نے مزید فرمایا: مدعو سے کہا جائے کہ اسلام ہر سوال کا تشفی بخش جواب دیتا ہے مثلاً اللہ کون ہے؟ خالق کون ہے؟ ہم کیوں پیدا کیے گئے؟ ہم کس کی عبادت کرتے ہیں؟ موت کے بعد کیا ہوگا؟ انسان کا اخروی انجام کیا ہوگا؟۔ وغیرہ

اسی طرح آپ نے تاکید کی کہ مختصر طور پر مدعو کے سامنے ارکان اسلام اور ارکان ایمان کا تعارف کرایا جائے، نیز غیر مسلموں کی مذہبی کتابوں میں توحید ورسالت اور یوم آخرت کا جو ذکر ہے اور نبی پاک ﷺ کی آمد کی پیشین گوئیاں کی گئی ہیں انہیں بھی بیان کیا جائے۔

اخیر میں آپ نے فرمایا کہ داعی کو چاہیے کہ اپنا تعلق اللہ سے مضبوط رکھے اور مدعو کی ہدایت کے لیے ہمہ وقت دعا گو رہے۔

کلونجی: طب نبوی اور طب جدید کی روشنی میں

IPC نے الهيئة العالمية للاعجاز العلمي في القرآن والسنة کے تعاون سے ڈاکٹر عبدالعزیز الجفری کا ایک لکچر رکھا جس سے IPC کے جملہ مرد وخواتین داعیان دین نے استفادہ کیا۔ آپ نے اپنے لکچر میں کلونجی کے طبی فوائد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے نبی امی ﷺ نے فرمایا تھا: عليكم بهذه الحبة السوداء فان فيها شفاء لكل داء الا السام (رواه البخاري)

''کلونجی کو (بطور علاج) لازم پکڑو کیونکہ اس میں موت کے سوا ہر بیماری سے شفا ہے''۔ آج یہ بات جدید تحقیقات نے بھی ثابت کردی ہے۔ اور اس پر دنیا بھر میں ہزاروں مطالعے اور تحقیقات جاری ہیں۔ آپ نے فرمایا: اب تک کی گئی تحقیق کے مطابق کلونجی کینسر، ایچ آئی وی ایڈز، ذیابیطس، بلڈ پریشر اور ہائپر کولیسٹرول وغیرہ کے علاج میں انتہائی مؤثر پایا گیا ہے۔



آپ نے فرمایا کہ کلونجی کے استعمال سے مریضوں کی قوتِ مدافعت میں زبردست اضافہ دیکھا گیا، اسی طرح کلونجی معدہ اور پیٹ کے امراض، یادداشت میں کمی، رعشہ، دماغی کمزوری، فالج اور افزائش دودھ کے لیے اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے یہ بھی کہا: کلونجی کا سفوف نصف سے ایک گرام تک صبح نہار منہ اور رات کو سونے سے قبل شہد کے ساتھ استعمال کرلیا جائے تو بہت مفید ہے۔ اخیر میں آپ نے فرمایا: کلونجی کے استعمال میں یہ امر پیش نظر رہے کہ یہ طویل عرصہ اور زیادہ مقدار میں استعمال نہ کی جائے کیونکہ اس میں کچھ مادے ایسے بھی ہوتے ہیں جو صحت کے لیے مضر ہوسکتے ہیں۔

پروگرام کے اخیر میں آپ نے قرآن وحدیث کے سائنسی معجزات سے متعلقہ متعدد ویب سائٹس کے پتے نوٹ کرائے جن میں چند اہم یہ ہیں:

www.eajaz.org.com
www.elnaggarzr.com
www.drchamsipasha.com

ڈاکٹر ذاکر نائک کا دعوتی لکچر کویت میں



مارچ کے دوسرے ہفتہ میں عالمی شہرت یافتہ داعی اور اردو وانگریزی چینل پیس ٹی وی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر ذاکر نائک وزارۃ الاوقاف کویت کی خصوصی دعوت پر انٹرویو کے لیے کویت تشریف لائے تھے۔ اس مناسبت سے دکن مسلم کمیونٹی کے زیر اہتمام گلف یونیورسٹی کے ہال میں تعلیم یافتہ غیر مسلموں کے لیے ڈاکٹر ذاکر نائک کا ایک لکچر رکھا گیا جس میں آپ نے ''قرآن اور جدید سائنس'' کے موضوع پر لکچر دیا آپ نے فرمایا کہ قرآن سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ ہدایت کی کتاب ہے، اس کتاب میں چھ ہزار سے زائد آیات ہیں جن میں ایک ہزار سے زائد آیات کا تعلق سائنس سے ہے۔ کائنات کی وسعت پزیری، فنگر پرنٹ، پہاڑوں کی تخلیق کی حکمت اور انسانی تخلیق کے مختلف ادوار پر سیر حاصل گفتگو کی اور پروگرام کے اخیر میں حسب معمول غیر مسلموں کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دیئے۔

urdu.indd 22 3/24/11 1:29 PM

شیطان کا اعتراف

تونے جس وقت یہ انسان بنایا یا رب
اس گھڑی مجھ کو تو اک آنکھ نہ بھایا یا رب
اس لیے میں نے سر اپنا جھکایا یا رب
لیکن اب پلٹی ہے کچھ ایسی ہی کایا یارب
عقلمندی ہے اسی میں کہ میں توبہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

ابتداءً تھی بڑی نرم طبیعت اس کی
قلب وجاں پاک تھے شفاف تھی طینت اس کی
اب پھر بتدریج بدلنے لگی خصلت اس کی
اب تو خود مجھ پہ مسلط ہے شرارت اس کی
اس سے پہلے کہ میں اپنا ہی تماشا کرلوں
سوچتا ہوں کہ انسان کو سجدہ کرلوں

بھر دیا تونے بھلا کونسا فتنہ اس میں
پکتا رہتا ہے ہمیشہ کوئی لاوا اس میں
اک اک سانس ہے اب صورت شعلہ اس میں
آگ موجود تھی کیا مجھ سے زیادہ اس میں ؟
اپنا آتش کدۂ یزداں ہی کو ٹھنڈا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

اب تو یہ خوں کے رشتوں سے اکڑ جاتا ہے
باپ سے بھائی سے بیٹے سے بھی لڑ جاتا ہے
اور جب طیش میں ہتھے سے اکھڑ جاتا ہے
اور میرے شر کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے
اب تو لازم ہے کہ میں خود کو ہی سیدھا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

میری نظروں میں تو مٹی کا ہی مادھو تھا بشر
میں سمجھتا تھا اسے خود سے بہت ہی کم تر
مجھ پر پہلے نہ کھلے اس کے سیاسی جوہر
کان میرے بھی کترتا ہے یہ لیڈر بن کر
شیطنت چھوڑ کے میں بھی یہی دھندہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

اب جھجکتا ہے نہ ڈرتا ہے نہ شرماتا ہے
نت نئی فتنہ گری روز ہی دکھلاتا ہے
اب یہ ظالم میرے بہکاوے میں کب آتا ہے
میں بُرا سوچتے رہتا ہوں یہ کر جاتا ہے
کیا میں اس کی ہی مریدی کا ارادہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

اب جگہ کوئی نہیں میرے لیے دھرتی پر
میرے شر سے بھی سوا ہے یہاں انسان کا شر
اب تو لگتا ہے یہی فیصلہ مجھ کو بہتر
اس سے پہلے کہ پہنچ جائے وہاں سوپر پاور
میں کسی اور ہی سیارے پر قبضہ کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

ظلم کے دام بچھائے ہیں نرالے اس نے
نت نئے پیچ مذاہب میں بھی ڈالے اس نے
کردیے قید اندھیروں میں اجالے اس نے
کام جتنے ہیں میرے سارے سنبھالے اس نے
اب تو خود کو ہر بوجھ سے ہلکا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

استقامت تھی کبھی اسکی مصیبت مجھکو
اپنے ڈھب پر اسے لانا تھا قیامت مجھکو
کرنی پڑتی تھی بہت اس پہ مشقت مجھکو
اب یہ عالم ہے کہ دن رات ہے فرصت مجھکو
اب کہیں گوشہ نشینی میں گذارا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

مست تھا میں تیرے آدم کی حقارت کرکے
خود پہ نازاں تھا بہت تجھ سے بغاوت کرکے
کیا ملا مجھ کو مگر ایسی حماقت کرکے
کیا یہ ممکن ہے کہ پھر تیری اطاعت کرکے
اپنے کھوئے ہوئے رتبے کی تمنا کرلوں
سوچتا ہوں کہ اب انسان کو سجدہ کرلوں

(طالب خوندمیری)

رنگ و بو کے دیوانو!

❁ دنیا کی یہ دلفریبیاں ہمیشہ نہیں رہیں گی!

❁ جوانی کی یہ بہاریں سدا ساتھ نہ دیں گی!

ایک وقت آئے گا کہ جب :

☆ اٹھتے ہوئے یہ ہاتھ ڈھلک جائیں گے!

☆ یہ چمکتی آنکھیں پتھرا کر چڑھنے لگیں گی!

اس وقت :

یہ ڈگریاں و سرٹیفکیٹس، یہ دوست و احباب کام نہ آئیں گے۔

اس وقت کی جیت..... ہمیشہ کی جیت ہوگی۔ اور

اس وقت کی ہار..... ہمیشہ کی ہار ہوگی

لہٰذا

اس وقت کے آنے سے پہلے سمجھ لو کہ:

دنیا کی بربادی اور آخرت کی رسوائی سے بچنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور یہ ہمارا نہیں بلکہ ہمارے اور تمہارے مالک کا بتایا ہوا طریقہ ہے:

”زمانے کی قسم! در حقیقت انسان سخت خسارے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین و صبر کی نصیحت کرتے رہے۔“